

رسالہ

جَاءَ الْحَقُّ

بحکم قرآن و حدیث

آمد مہدیؑ دسویں صدی ہجری کے اندر ہی ہونا شرط مہدیت ہے

﴿مرتبہ﴾

فقیر سید دلاور مخصوص الزمانی

عرض حال

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وخلفئہ المہدی الموعود العظیم وعلی آلہما واصحابہما اجمعین
 دور حاضر میں تبلیغ و اشاعت مذہب کی ضرورت و اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ ضروری ہے
 کیونکہ بنیادی عقائد و تعلیمات سے عدم واقفیت کی وجہ سے بعض برادران ملت نے مخالفین کی باتوں پر
 اعتبار کرنا شروع کر دیا۔ ویسے تو صراط مستقیم سے انحراف کی وجہ سے سارا عالم اسلام اس وقت اضطراب کا
 شکار ہے لیکن ہماری یہ کوشش جاری رہنی چاہئے کہ عقائد و تعلیمات مہدویہ جو عین اسلام ہیں انہیں صحیح
 ڈھنگ سے پیش کیا جائے کیونکہ یہی عالمی اضطراب کا بہترین علاج ہیں۔ اب رہی اعتراضات کی بات
 تو انبیاء کرام اور اولیائے عظام بھی معاندین و مادہ پرست علماء کی تنقیدوں کا نشانہ رہے ہیں۔ یہی سلسلہ
 حضرت سید محمد جوچوری مہدی موعود علیہ السلام اور ان کی قوم کے ساتھ بھی جاری ہے۔ ایسے تمام
 اعتراضات کے جوابات پر مشتمل مہدویہ لٹریچر بکثرت موجود ہے لیکن مخالفین اہلنا کی ذات گرامی اور
 علامات سے متعلق احادیث کی غلط تاویلات پیش کرتے ہوئے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے
 ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے مولویوں کے ہتھیار میں پھنستے جا رہے ہیں جن کے عقائد خود قائل اعتراض ہیں۔
 ان کے پاس (نور ذی اللہ) نبی کریم ﷺ کی اتنی عظمت نہیں ہے جتنی ان کے اپنے اسلاف کی ہے۔ اب
 یہی لوگ محض حضرت سید محمد جوچوری کی ذات گرامی سے بغض و عناد کی وجہ سے رتبہ مہدی کو گھٹا کر پیش
 کر رہے ہیں جو دراصل احادیث متواترہ کو ضعیف ثابت کرنے کی ایک دانستہ کوشش ہے کیونکہ وہ یہ اچھی
 طرح جانتے ہیں کہ احادیث متواترہ کا انکار کفر ہے ان کی جماعت اتنی بڑھ گئی ہے کہ احادیث کی کتابوں
 میں سے مہدی سے متعلق احادیث کو حذف کر دیا جا رہا ہے جس کا انہیں کوئی حق نہیں ہے۔

عصر حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرت پیر و مرشد مولانا سید دلاور مخصوص الزمائی صاحب قبلہ
 نے علامات مہدی سے متعلق بعض احادیث کی با دلیل تشریح کی ہے اور احادیث نبوی ﷺ و اقوال علماء
 حنفیہ میں کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ دسویں صدی ہجری سے قبل ہی بعثت مہدی شرط مہدیت ہے۔
 بہت کم وقت میں یہ مختصر رسالہ مرتب کیا گیا ہے اور امید ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ تو مفتی و ہدایت
 اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن فرمائے اور متلاشیان حق کے لئے اس
 رسالہ کو شمع ہدایت بنائے آمین۔
 فقط احقر العباد شیخ چاند ساجد

المرقوم ۱۴/ جمادی الاول ۱۴۲۹ھ / ۲۰/ مئی ۲۰۰۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور اس سلسلہ کے آخری نبی خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔ تاریخ کو وہ ہے کہ ہر نبی کو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا اور لوگوں نے ان کے لئے بھیجے گئے اللہ کے خلیفہ یعنی نبی کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ ظلم بھی ڈھایا اور جن لوگوں کو اللہ نے توفیق دی وہ ان پر ایمان لا کر سرخ رو ہوئے۔ اور ہر نبی کا زمانہ گزرنے کے بعد اس کی امت ایمان کے معاملہ میں انحطاط پذیر ہوتی گئی۔ پھر ان کی رہنمائی کے لئے دوسرے نبی کی بعثت ہوئی۔ اس طرح یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوا۔ لیکن نبی پر ظلم و ستم اور مابعد عمل انحطاط سے امت محمدیہ بھی مستثنیٰ نہیں تھی۔ اس لئے آئندہ زمانہ میں اپنی امت کو ہلاکت سے بچانے اور احیائے دین کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے اپنے بعد اپنی ہی عمرت میں سے ایک خلیفۃ اللہ مہدی کے آنے کی بشارت دی اور امت کو حکم دیا کہ ان کی تصدیق کریں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں اور مہدی کے تمام خصائص و علامات کو بیان فرما دیا۔ لیکن امت مسلمہ میں بعض ایسے مسلک بھی ہیں جن کے ماننے والے رسول اللہ ﷺ کو صرف ایک بشر سمجھتے ہیں اور آپ ﷺ کو اللہ کی جانب سے علم غیب دیئے جانے کے منکر ہیں جبکہ خود اپنے اسلاف کو علم غیب اور خوارق عادات، کشف و کرامات کے حامل سمجھتے ہیں یہ دراصل ایک گہری سازش ہے۔ نیز وہ ضرورت و بعثت مہدی کے بھی منکر ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید، احادیث نبوی ﷺ، تاریخی حقائق کی روشنی میں بعثت مہدی کا ثبوت اس مضمون میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اکثر اہل اسلام کی طرح ہم مہدیوں کا بھی یہ ایمان اور عقیدہ ہے کہ حضور سرور انبیاء محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کائنات عالم میں سب سے زیادہ علم الخلاق ہیں یعنی آپ کا علم تمام جن و بشر اور ملائک غرض تمام خلق کے علوم سے زیادہ اور وسیع تر ہے۔ ماضی کا علم ہو یا حال و مستقبل کا، دنیا کا علم ہو یا آخرت کا، عالم شہادت کا علم ہو یا عالم غیب کا

غرض خداوند قدوس نے آپ کو ازل سے ابد تک تمام ماکان و مایکون کا علم شہادت و علم غیب سب کچھ عطا فرمادیا۔ یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے آپ کے قلب رسالت میں جلو گر اور آپ کی نگاہ نبوت کے پیش نظر فرمادیا۔ چنانچہ آپ کا ارشاد مبارک ہے ان الله قدر لي الدنيا و انا انظر و اليها و الي ما هو كما ن فيها الي يوم القيمة كأنما انظر الي كفي هذه (زرقانی علی المواہب صفحہ 234) یعنی اللہ عزوجل نے میرے لئے دنیا کو اس طرح اٹھا کر میرے سامنے پیش کر دیا کہ میں تمام دنیا کو اور اس میں قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا ہے ان سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکارِ دو جہاں مصطفیٰ جانِ رحمت کی نگاہ نبوت کا کیا کہنا اسی طرح رحمت عالم ﷺ دوسری حدیث میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ فرأيتَهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَفَيْي فَوَجَدْتُ بَرْدًا اَنَا بِلَهٍ بَيْنَ ثَلَيْبِي فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَ عَرَفْتُ (مشکوٰۃ باب المساجد) یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار اس طرح کیا کہ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ تو میں نے اس کی انگلیوں کے پوروں کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کی۔ اس کے بعد مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین حضرت فاروقی اعظمؓ روایت کرتے ہیں کہ قام فينا رسول الله صلى الله عليه و سلم مقاماً و اخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازل لهم و اهل النار منازل لهم حفظ ذلك من حفظه و نسيه من نسيه (مشکوٰۃ باب بدء الخلق) یعنی رسول اللہ ﷺ ایک مقام پر کھڑے ہوئے ہم کو ابتدائے آفرینش کے بارے میں خبر دی اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بیان فرمادیا۔ یہاں تک کہ اہل جنت اپنی منزلوں میں اور اہل نار جہنم میں اپنی منزلوں میں داخل ہو گئے جس نے اس کو یاد رکھا اس کو یاد رہا اور جس نے اس کو بھلا دیا وہ بھول گیا۔

یہی حدیث دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوئی ہے کہ
 ماترک شئیا فی مقامہ ذلک الی یوم القیمة الا حدت بہ (مشکوٰۃ
 باب النتن) یعنی قیامت تک ہونے والے تمام واقعات اور حالات کو بیان فرمادیا اور کسی
 چیز کو نہیں چھوڑا۔ معتبر کتابوں میں یہ چمکتی ہوئی حدیثیں اعلان کر رہی ہیں کہ حضور رحمت عالم
 ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات عالم کا علم غیب و علم شہادت سب کچھ اس طرح عطا فرمادیا
 ہے کہ ابتدائے عالم سے جنت و جہنم میں داخل ہونے کے وقت تک کے تمام واقعات و
 حالات آپ نے بیان فرمادیا

حضرت کا علم علم لدنی تھا اے امیر
 حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے و علمک مالک تعلم و کان فضل اللہ
 علیک عظیما (النساء ۱۱۳) یعنی اے محبوب آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ اللہ
 تعالیٰ نے آپ کو سکھا دیا اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت ہی بڑا ہے۔ صاحب تفسیر روح
 المعانی نے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ من خفیات الامور و ضمائر
 الصلور او من اخبار الاولین والاخرین یعنی تمام پوشیدہ چیزیں اور سینوں میں چھپی
 ہوئی باتیں خدا نے آپ کو بتادی ہیں یا تمام انگوں اور پچھلوں کی ساری خبریں آپ کو تعلیم
 فرمادی ہیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے جنگ بدر کے موقع پر ایک دن قبل ہی ایک چھڑی
 سے میدان جنگ میں لکیر کھینچ کر یہ فرمادیا کہ یہ فلاں کافر کا متول ہونے کا مقام ہے۔ اس
 حدیث کے راوی کا بیان ہے کہ فما سات احد ہم عن موضع ید رسول اللہ
 صلعم (مسلم ج ۲ باب غزوة بدر)

ترجمہ :- یعنی متولین کفار میں کوئی بھی حضور علیہ السلام کے ہاتھ رکھنے کی جگہ
 سے ذرا بھی نہیں ہٹا جس جگہ جس شخص کے قتل ہونے کی جگہ آپ نے معین فرمادی اسی جگہ
 اس کی لاش ملی۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مہدی موعود علیہ السلام کا اتنا بڑا معرکہ الارامسکہ ہے، اس بارے میں آپ ﷺ کیسے خاموش رہتے تھے کہ مہدی موعود کی بعثت کب ہوگی کہاں ہوگی۔ مہدی کے بارے میں اس قدر کثرت سے آپ ﷺ نے احادیث بیان فرمائی ہیں کہ علمائے محدثین نے مہدی کے متعلق تین سو ساٹھ احادیث ہونا بیان کیا ہے۔ کسی بھی مسئلہ پر اس قدر کثرت سے احادیث دستیاب نہیں ہیں۔ نہ صرف احادیث بلکہ آیات قرآنی میں مہدی کے وقت بعثت کے اشارات و کنایات بھی واضح طور پر ملتے ہیں۔

مفسرین کرام کی تفسیروں میں بے شمار تصریحات و تشریحات کے ایسے ایسے تابناک ستارے جلمگاہے ہیں جن سے صراط مستقیم کی شاہراہ پر چلنے والوں کے لئے رشد و ہدایت کی نورانی روشنی مل رہی ہے مگر افسوس کہ اس کا کیا علاج کہ وہ بد نصیب لوگ جن کے دلوں کی دنیا میں نور ہدایت کا چراغ بجھ چکا ہے وہ آنکھ کھول کر آیات اور تفسیر میں چمکتی ہوئی اللہ تعالیٰ کی آیات بیانات کو اپنی چشم بصیرت سے نہیں دیکھتے بلکہ حق سے منہ موڑے ہوئے سرکش اذتوں کی طرح ضلالت و طغیان کی اندھیری وادیوں میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور مخلوق خدا کو احادیث اور آیات قرآنیہ کا غلط مفہوم پیش کر کے گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ واللہ یہ وہی بد بخت لوگ ہیں جن کے بارے میں خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا کہ لا تعمی الابصار ولكن تعمی القلوب النبی فی الصلور (الحج ۳۶) یعنی منکروں کے سروں کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں لیکن وہ آنکھیں جو سینوں کے اندر ہیں وہ نابینا ہو جاتی ہیں یعنی ان لوگوں کی بصارت تو رہتی ہے لیکن دلوں کی بصیرت تباہ و برباد ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں کو ہدایت کا نور نظر نہیں آتا۔ ہم یہاں صاحبان فکر و نظر کے لئے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی روشنی میں یہ ثابت کریں گے کہ حضرت سید محمد جو نیورثی ہی امام مہدی موعود ہیں۔ آپ جس زمانہ میں اور جس مقام پر مبعوث ہوئے ہیں وہی زمانہ وہی مقام بعثت صحیح ہے جو آیات قرآنیہ اور

احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ مخفی مباد کہ امامنا مہدی موعود علیہ السلام 14 / جمادی الاولیٰ 847ھ میں بمقام شہر جوئیور پیدا ہوئے اور 19 ذیقعدہ 910ھ میں آپ کا وصال بمقام فراہ ہوا اور آپ کا مزار مقدس بھی وہیں ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے یا ایہا الذین امنو من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ۔ (المائدہ ۵۴)
ترجمہ: اے ایمان والو جو لوگ تم میں سے اپنے دین سے پھر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس کو اللہ دوست رکھے گا اور اللہ کو وہ قوم دوست رکھے گی۔

آیت میں فسوف یاتی اللہ بقوم کا جملہ اور اس کے ماقبل و مابعد کی آیتیں ہمارے دعویٰ کو ثابت کرتی ہیں۔ اس آیت میں یاتی مضارع کا صیغہ ہے جس کے پہلے سوف کا لفظ آیا ہے جس سے مضارع مستقبل بعید کے معنی دیتا ہے اور بقوم میں بائے تعدیہ یا مصاجت ہے۔ اگر بائے تعدیہ تصور کریں تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو مستقبل بعید میں لائے گا اور اگر بمعنی مصاجت لیں تو ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مستقبل بعید میں ایک قوم کے ساتھ آئے گا۔ کسی قوم کے ساتھ آنا کسی قوم کو لانا دونوں کا مآل قریب قریب ہے۔

آیت مذکورہ میں لفظ اللہ سے مراد امام مہدی علیہ السلام کا ظہور مراد لیا جائے تو یہ بات اسی اصول کے تحت ہوگی جو علمائے اسلام کے مسلمات سے ہے جیسا کہ توریت میں ایک بشارت کے الفاظ یہ ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ طَلَعَ مِنْ سِیْنَا وَاَشْرَقَ لَهُمْ مِنَ السَّعِیْرِ وَاَمِنْ جَبَلِ فَاْرِنَ تَجَلَّی۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ سینا سے طلوع ہوا سعیر سے چمکا اور کوہ قاران سے چمکیا۔ (خطبات احمدیہ)

توریت کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا سینا سے طلوع ہونے سے مراد موسیٰ کا ظہور ہے اور سعیر سے اللہ تعالیٰ کے چمکنے سے مراد عیسیٰ کا ظہور ہے اور کوہ قاران سے اللہ تعالیٰ کے چمکیا کرنے سے مراد حضرت رسول اللہ ﷺ کا ظہور ہے اسی طرح یاتی اللہ بقوم میں

یاتی اللہ کے الفاظ سے کسی صاحب جاہ و جلال خلیفہ اللہ کا ظہور مراد ہو سکتا ہے۔ ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں جو قبیلے مرتد ہو گئے تھے اور آپ کے ساتھیوں کا مرتدین مذکور کو شکست دے کر ارتداد سے ہٹا کر راہ راست پر لانا سیاق آیت کے بالکل مغاثر و مخالف ہے کیونکہ اس آیت میں یاتی مضارع کا صیغہ ہے جس کے پہلے فسوف داخل ہو کر اس کو مستقبل بعید کے معنی میں کر دیا ہے اس لئے آیت کا ترجمہ یوں ہوگا (جب لوگ تم میں سے مرتد ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مستقبل بعید میں ایک قوم کو لائے گا یا ایک قوم کے ساتھ آئے گا) حضرت ابو بکر صدیقؓ اور آپ کی جماعت نزول آیت کے وقت موجود تھی تو موجودہ جماعت کو مستقبل بعید میں آنے والی جماعت کیسے کہا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے۔

عَلَّمَ اللَّهُ إِنَّ قَوْمًا يَرْجِعُونَ عَنِ الْإِسْلَامِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِيِّ فَأَخْبِرَانَهُ
فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ . ترجمہ: اللہ کے علم میں یہ بات تھی کہ ایک قوم نبی ﷺ کے بعد اسلام سے پلٹ جائے گی پس اللہ نے خبر دی کہ عنقریب وہ ایسی قوم کو لائے گا جس کو وہ دوست رکھے گا اور وہ قوم اللہ کو دوست رکھے گی۔

صاحب تفسیر نیشاپوری نے اس آیت کے تحت صاف اور کھلے الفاظ میں اس طرح لکھ دیا ہے کہ لعل المراد منه قوم المہدی یعنی شائد آیت میں قوم سے مراد قوم مہدی ہو اور حضرت امامنا علیہ السلام نے بامر اللہ خبر دی ہے کہ اس آیت شریفہ میں قوم سے مراد قوم مہدی ہے چونکہ آپ کی ذات خلیفہ اللہ محصوم عن الخطاء ہے۔ اس لئے قوم سے مراد قوم مہدی ہی ہونا قطعی اور یقینی ہو جاتا ہے۔ اس آیت شریفہ کی مزید توضیح کے لئے کتب مہدویہ میں بہت بڑا ذخیرہ واضح دلائل کا موجود ہے۔ یہاں بہ خوف طوالت اس کو سرسری انداز میں ہی واضح کیا جا رہا ہے۔

اس آیت میں بحث طلب امر صرف ایک ہی ہے یعنی آئندہ زمانہ مستقبل میں مرتد ہونے والے لوگ کون ہیں۔ پہلے ثابت ہو گیا ہے کہ اس سے حضرت ابو بکر صدیقؓ یا

آپ کے ساتھی مراد نہیں ہو سکتے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرتدین سے مراد ابتدائے اسلام کے مرتد نہیں ہیں۔ تاریخ کی ورق گردانی سے ظاہر ہے کہ اسلام میں مختلف اوقات میں مختلف فرقے پیدا ہوئے یہ بات تاریخ دان حضرات سے چھپی ہوئی نہیں ہے مثلاً بانی نمرہ قرامطہ برقی وغیرہ لیکن تاریخی واقعات اور اس کے قرآن سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ ایسی مرتد جماعت سے تعلق رکھتی جیسے حسن صباح کی جماعت ہے اور جس پر امتداد کی تعریف بالکل یہ صادق آتی ہے۔

ناظرین کرام کی دلچسپی کے لئے حسن صباح کے مختصر حالات بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ آیت شریف میں قوم یا جماعت کا ارتداد کے متعلق دی گئی خبر واضح ہو جائے۔ حسن صباح حمیری کی نسل سے ہے، اسی وجہ سے اس کو حسن صباح کہتے ہیں۔ اس کی ولادت مقام ”قم“ میں ہوئی اور یہ شخص خواجہ حسن نظام الملک اور عمر خیام کا معاصر ہے۔ یہ تینوں مدرسہ بغدادیہ نظامیہ میں ایک ہی زمانہ کے طالب علم تھے۔ خواجہ نظام الملک تعلیم سے فارغ ہو کر سلطان الپ ارسلان کا اور بعد میں ملک شاہ سلجوقی کا وزیر اعظم بن گیا۔ عمر خیام کو ایک جاگیر دے کر معاش سے مطمئن کر دیا لیکن حسن صباح اپنی غیر معمولی دانشمندی اور خداداد ذہانت سے اپنے ہی میں پرکھڑا رہا۔ حسن صباح یہ چاہتا تھا کہ خواجہ نظام الملک کی جگہ خود وزیر اعظم بن جائے۔ اس لئے اس نے خواجہ کی ایک حسابی غلطی بتائی اور سلطنت کے صحیح و خراج بنانے کے سلسلہ میں ملک شاہ سلجوقی کو خواجہ سے برہم کر دیا لیکن کسی وجہ سے خود حسن صباح کو خجالت اٹھانی پڑی اور وہ اصفہان چلا گیا۔ پھر مصر پہنچ کر مذہب اسمعیلیہ کا مبلغ بن گیا۔ خلیفہ مستنصر باللہ فاطمی نے اس کی بڑی خاطر مدارت کی، خلیفہ مذکورہ بعض وجوہ سے اپنے بیٹے نزار کو ولیعهدی سے خارج کر کے دوسرے بیٹے احمد المستعلی باللہ کو ولیعهد بنا دیا۔ حسن نزار کا طرفدار تھا، جب امیر الجیوش کو معلوم ہوا کہ حسن نزار کی خفیہ دعوت کر رہا ہے تو امیر مذکور نے مستنصر کے حکم سے حسن کو قلعہ ذمیاط میں قید کر دیا۔ اتفاق سے قلعہ کا برج گر پڑا لوگوں نے اس کو حسن کی کرامت سمجھا، چند عیسائیوں کے ساتھ ایک جہاز میں بٹھا کر

روانہ کر دیا گیا۔ سمندر میں طوفان آنے سے تمام جہاز کے مسافر بدحواس ہو گئے لیکن حسن نہایت اطمینان سے بیٹھا رہا۔ ایک مسافر نے پوچھا آپ کس لئے اطمینان سے بیٹھے ہو حسن نے جواب دیا مجھے امام برحق نے اطلاع دی ہے کہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ تھوڑی دیر بعد طوفان جاتا رہا، لوگ حسن کے قدم چومنے لگے، اس کو ایک ولی تسلیم کیا گیا۔ جب جہاز شام پہنچ گیا تو حسن جہاز سے اتر اور خشکی کے راستے سے دیار بکر جزیرہ روم حلب بغداد، خورستان ہوتا ہوا صنفہان آ گیا۔ ان تمام بلاد میں وہ مذہب اسمعیلیہ کی دعوت کرتا رہا۔ جب حسن کے مریدوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو قلعہ الموت کے قریب جا کر ٹھہرا۔ یہ لفظ اصل میں آلہ موت ہے، جس کے معنی دیلمی زبان میں آشیانہ عقاب کے ہیں۔ مہدی علوی نے اس قلعہ کو حسن کے ہاتھ بیچ کر دیا تھا وہ یہاں بیٹھ کر آرام کے ساتھ اپنے مذہب کی اشاعت کرتا رہا اور اپنا شاہانہ جاہ و جلال قائم کیا۔ اگرچہ ملک شاہ سلجوقی نے حسن پر چڑھائی کی اور قریب تھا کہ حسن کو شکست ہو جائے مگر اس نے ایک فدائی کے ذریعہ خواجہ نظام الملک کو قتل کر دیا۔ اتنے میں ملک شاہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ قلعہ الموت کی تعمیر ممتوی رہ گئی اور حسن کا اقتدار بڑھ گیا۔

قلعہ الموت دو پہاڑوں کے درمیان واقع تھا اس لئے وہ مقام بلد الجبل اور وہاں کا حاکم شیخ الجبل کہلاتا تھا۔ جس کا نام علاء الدولہ تھا۔ اسی کا قول تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک بہشت دینے کا وعدہ کیا تھا جو مجھے مل گئی ہے۔ اس نے دو گھاٹیوں کے بیچ میں ایک خوبصورت باغ بنوایا تھا جس میں مختلف قسم کے میوہ دار درخت اور پھولوں کے درخت موجود تھے۔ اس باغ میں ہر وقت خوبصورت عورتیں موجود رہتی تھیں جو ہر قسم کے باجے بجا کر ناچتی تھیں۔ اس باغ میں وہ لوگ آتے تھے جو حشیش (بھنگ) پینے پر راضی ہوتے تھے۔ باغ میں جانے کا صرف ایک ہی راستہ تھا جن لوگوں کو بہشت دیکھنے کا شوق ہوتا، انہیں بھنگ پلا کر مدہوش کرنے کے بعد باغ میں پہنچا دیا جاتا تھا جب انہیں باغ اور نازنین عورتوں کو دیکھ کر بہشت کا یقین ہو جاتا تو دوبارہ انہیں مدہوش کر کے باہر نکال دیا جاتا۔ درحقیقت اس بہشت کا بانی حسن صباح ہے۔ ان لوگوں کو یقین تھا کہ مرنے کے بعد

اسی جنت میں جگہ مل جائے گی اس لئے وہ ایسے مڈرہوتے تھے کہ لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے تھے۔ بادشاہوں اور امراء وغیرہ کو دربار میں جا کر قتل کرنا ان کا معمولی کام تھا۔ حسن صباح نے فلسفیانہ طریقہ سے مذہب اسمعیلیہ میں بہت سے نئے مسائل کا اضافہ کیا۔ مسئلہ وجود باری میں اتنی شدت کی کہ نعوذ باللہ خدا کو بیکار اور معطل ثابت کر دیا مثلاً خدا کو قادر کہتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ خود اس میں قدرت ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ اس نے دوسروں کو قدرت دی ہے۔ اس کے جملہ صفات کی یہی حالت ہے کیونکہ اگر خدا میں صفات ہوں تو وہ مخلوق کے ساتھ مشابہ ہو جائے گا۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی وجہ خدا کی ذات میں شبہ پیدا کر دیا گیا اور ان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہر حکم ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے۔ ہر تنزیل کی ایک تاویل ہے۔ اس مسئلہ کی وجہ سے ان کی نظر میں تمام قرآن و احادیث کے احکام درہم برہم ہو گئے۔ اس مسئلہ سے اس فرقہ کا نام فرقہ باطنیہ پڑ گیا۔ احکام شرعی میں جو تاویلات کی گئی ہیں بطور نمونہ پیش ہیں۔

(1) نماز۔ امام کو یاد کرنا (2) نماز باجماعت۔ امام معصوم کی متابعت (3) روزہ۔ امام کے اسرار کی حفاظت یعنی اپنے مقتدا کے افعال کو خاموشی سے دیکھنا اگر فواحش میں مبتلا ہو تو اس کو بھی افعال حسنہ سمجھنا (4) جنت۔ عیش پسندی (5) زنا۔ دین کے اسرار ظاہر کرنا وغیرہ۔ اسی طرح ہزاروں مسائل ہیں جن میں ہر ظاہر کی باطنی تاویل بیہودہ طریقہ سے کی گئی ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ یوسف نجار کے بیٹے ہیں یہ لوگ قیامت اور حشر و نشر کے قائل نہ تھے۔ مسئلہ تاسخ ارواح وغیرہ صحیح مانتے تھے

حسن صباح 518ھ میں انتقال کیا جس کے جانشین علی التسلسل سات ہیں۔ 654ھ میں ہلاکو خان نے قلعہ الموت پر حملہ کر کے ان باطنیوں کا خاتمہ کر دیا۔ بارہ ہزار باطنی قتل کئے گئے۔ شام اور مصر میں بھی ملک انطاہر بمرس اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان باطنیوں کا استیصال کر دیا۔ اس فرقہ کو اس کے عقائد باطلہ کی وجہ سے جیسا کہ بیان کر دیا گیا ہے۔ احکام مہمہ اسلامی کے لحاظ ان پر ارتداد کی تعریف پوری پوری صادق آتی

ہے اور احکام فقہی کے نظر کرتے دینی مسائل میں تاویلات باطلہ کئے جائیں تو کون شبہہ کر سکتا ہے کہ حسن صباح اور اس کے جانشین جو صباح کے پیرو تھے مرتد نہیں تھے۔ مورخین فارس نے اس فرقہ کو ان عقائد باطلہ اور ظالمانہ قتل و خوریزی کی وجہ سے ملاحدہ کے نام سے یاد کیا ہے (ملاحظہ ہو کتاب نظام الملک طوسی مولفہ عبدالرزاق کانپوری)۔ ان واقعات کے بعد امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا کہ آپ 847 ہجری میں پیدا ہوئے اور 887 ہجری میں جبکہ آپ کی عمر شریف چالیس سال کی تھی شہر جونپور سے نکلے اور دین کی تبلیغ ان مقامات یعنی دانا پور، کالپی، چندیری، چاپانیر، مانڈو دولت آباد، احمد نگر، بیدر، گلبرگہ، بیجا پور مختلف مقامات ہوتے ہوئے فراہ مبارک پہنچے اور وہاں 2 سال 5 ماہ مقیم رہنے کے بعد 63 سال کی عمر میں 910 ہجری میں آپ کا وصال ہوا اور اسی مقام مقدس میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ فراہ وہ مقام ہے جو اس فرقہ باطنیہ کے شرقی حدود پر واقع ہے جیسا کہ کتاب نظام الملک طوسی مولفہ عبدالرزاق کانپوری مولفہ البرمکہ مطبوعہ پریس کانپور کے صفحہ 509 کے حاشیہ زیرین پر بتایا گیا ہے۔ شرقی، خوفا، مابین و فراہ و سیتان (یہ کتاب فقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے) غربی، فارس، کرمان کا جنگل، شمالی نیٹاپور و سبزدار، جنوبی، بھتان و بیابان کرمان۔ ان حدود اربعہ کے دیکھنے سے ظاہر ہے کہ مقام فراہ قلعہ الموت کے شرقی حدود پر واقع ہے جو حسن صباح کا دار الخلافہ تھا۔ یہاں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہلاکو خان نے 654 ہجری میں اس فرقہ باطنیہ کا استیصال کر دیا اور امامنا علیہ السلام زمانہ مستقبل بعید میں بموجب آیت فسوف یاتی اللہ بقوم (193) سال کے بعد ہندوستان کے ایک شہر جونپور میں پیدا ہوئے ہجرت کرتے ہوئے مح اصحاب بمقام فراہ شریف لائے جو ان مرتدین کے مقبوضہ مقام الموت کے شرقی حدود میں واقع ہے۔ سچ یہ ہے کہ جہاں درد ہو وہاں دوا کی ضرورت ہے۔ جہاں زخم ہو وہیں مرہم کی حاجت بالفاظ دیگر جہاں گمراہی پھیلی ہو وہیں ہدایت کی احتیاج ہوتی ہے۔ اس لئے خدائے تعالیٰ نے آپ کو بحیثیت خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام کے لقب سے جو عطا کردہ

رسول اللہ ﷺ ہے مبعوث فرمایا اور آیت یا ایہا الذین امنوا من یرتلعنکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یعنی اے مومنو جب لوگ تم میں سے اپنے دین سے پلٹ جائیں تو اللہ ایک قوم کو لائے گا یا ایک قوم کے ساتھ آئے گا کی پیشین گوئی کا کامل ظہور ہوگا۔ لہذا اس آیت شریف سے حضرت میراں سید محمد جو نیوری مہدی موعود علیہ السلام کا وقت بعثت اور مقام بعثت کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص شبہ ظاہر کرے کہ فرقہ باطنیہ کا محل وقوع قلعہ الموت کے مشرقی حدود میں ہونا اور امامنا علیہ السلام کا اسی محل وقوع کے مشرق میں بمقام فراہ تشریف لانا ایک اتفاقی امر ہے تو اس شبہ کا ازالہ اس حدیث سے ہو جاتا ہے جو حضرت ثوبانؓ سے مروی یہ حدیث اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ امامنا علیہ السلام کا فراہ میں تشریف لانا اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ مشیت ایزدی اسی مقام کی مقتضی تھی کیونکہ بلا کوخان نے 654ھ میں بغداد کے آخری خلیفہ مستعصم کو قتل کر دیا جس طرح آیت فسوف یاتی اللہ بقوم میں سوف کا لفظ زمانہ مستقبل بعید میں امام کے ظہور کو ثابت کرتا ہے اسی طرح حدیث ثوبانؓ میں ثم ینخرج خلیفۃ اللہ المہدی کے الفاظ آئے ہیں اور لفظ ثم تاخیر و تراخی پر دلالت کرتا ہے اور امام علیہ السلام بلا شبہ زوال بغداد سے (191) سال بعد پیدا ہوئے۔ حدیث ثوبانؓ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش کا مقام ہند ہوگا اور آپ ہند سے مختلف مقامات میں ہجرت کرتے ہوئے مقام فرحت بخش فراہ تشریف لائیں گے یہ امر تحقیق ذیل واضح ہوگا۔ ابن ماجہ حاکم اور ابو نعیم نے حضرت ثوبانؓ سے جو روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ یقتل عند کنزکم ثلثۃ کلہم ابن خلیفہ لا یصیر الی احد منہ ثم تطلع الریات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلاً لم یقتلہ قوم ثم یجئ خلیفۃ اللہ المہدی فاذا سمعتم بہ فاتوہ فابیعوہ ولو جوا عل النج فانہ خلیفۃ اللہ المہدی

ترجمہ:- ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خزانے

(خلافت) کے لئے تین آدمی جھگڑا کریں گے لیکن ایک بھی اس پر قابض نہ ہوگا۔ پھر مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے وہ تم کو ایسا قتل کریں گے کہ اب تک کسی قوم نے ایسا قتل نہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد خلیفۃ اللہ مہدی آئیں گے جب تم مہدی کو سن پاؤ ان کے پاس پہنچو اور بیعت کرو اگرچہ صرف پر سے ریٹکتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں۔

اس حدیث میں حسب ذیل امور مذکور ہیں۔

(۱) خلیفہ کے تین بیٹوں کا خلافت کے لئے جھگڑا کرنا مگر خلافت کسی کو نہ ملنا۔

(۲) مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا نمودار ہونا۔

(۳) مسلمانوں کا ایسا قتل کہ کبھی بھی ایسا نہ ہوا ہو۔

(۴) واقعات مذکورہ کے بعد خلیفۃ اللہ مہدی کا ظہور۔

(۵) خلیفۃ اللہ مہدی کے ظہور کے بعد آپ کے پاس جانے اور بیعت کرنے کا حکم اگر

چہرے پر سے ریٹکتے جانا پڑے۔

یہاں اس حدیث کی توضیح نہایت اختصار سے کی جائے گی اگر تفصیلی وضاحت دیکھنا ہے تو قومی کتب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

خلیفہ کے تین بیٹوں سے مراد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے تین فرزند حضرت امام حسنؑ حضرت امام حسینؑ اور محمد بن حنفیہؑ ہیں جو خلافت سے محروم رہے۔ اس حدیث میں کنز کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی معنوی خزانہ یا مخزن کے ہیں لیکن لفظ خلیفہ اور واقعات مضمون کے قرائن سے خلافت کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ خلیفہ کے تینوں بیٹوں کا خزانہ یا مال و دولت کے لئے جھگڑا کرنا قرین قیاس نہیں بلکہ اپنے باپ کے جانشین ہونے یا خلافت کے لئے جھگڑا کرنے کا مفہوم صحیح اور قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔

مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نکلنے سے مراد ابو مسلم خراسانی کا خروج ہے۔ جو

سیاہ جھنڈے لے کر نکلا اور خلافت عباسیہ کی بنیاد ڈالی۔

ثم تطلع الرايات السود سے خلافت عباسیہ کے قیام کی طرف اشارہ کیا گیا

ہے جس کی ابتداء ابو عبد اللہ سفاح سے اور انتہا خلیفہ مستعصم پر ہوئی۔ فیقتلونکم میں ضمیر منصوبی کم کے مخاطب مسلمان ہیں کیونکہ یہاں غیر مسلم سے خطاب کا کوئی محل و موقع ہی نہیں ہے۔ اور فیقتلون کی ضمیر جمع غائب بطور معهود یعنی کفار کی طرف راجح ہے اور فا تعقیب مع الوصل کے لئے مستعمل ہے جیسا کہ اصول الشاشی میں لکھا ہے (یہ کتاب درس نظامیہ کے کتب میں شامل ہے) الفاء للتعقیب مع الوصل ولہذا تستعمل فی الاجزیة یعنی فاکلمہ تعقیب کے واسطے آتا ہے۔ (یعنی معطوف علیہ کا وجود مقدم اور معطوف کا مؤخر ہونا ہے مگر یہ تعقیب مع الوصل ہوتی ہے (یعنی مابین معطوفہ علیہ مامحلت نہیں) اسی وجہ سے فاکلمہ کا استعمال جزا میں آتا ہے۔

کتاب مذکور کے حاشیہ پر اس کی مثال یہ دی گئی ہے اگر کسی نے اپنی زوجہ سے کہا کہ ان دخلت الدار فانك طالق یعنی اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو مطلقہ ہو جائے گی۔ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ خلافت عباسیہ کی انتہایا خاتمہ کے وقت جس کی ابتداء سفاح کی خلافت سے ہوئی تھی مسلمانوں کے قتل عام کا واقعہ مستعصم خلیفہ بغداد کی گرفتاری کے بعد ہی بلا فصل و تاخیر ظہور میں آیا کویا قتل مذکور تعقیب مع الوصل پر دلالت کرتا ہے۔

الرایات السود کی تشریح

مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا نکلنا خلافت عباسیہ کے قیام کا بنیادی واقعہ ہے۔ خاندان عباسیہ حضرت عباسؓ کی اولاد سے ہے۔ آپ کے چار بیٹے تھے عبد اللہ فضل، عبد اللہ قیسان، عبد اللہ کو ابن عباس بھی کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ کے فرزند علی باپ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ علی کی وفات پر ان کے فرزند محمد اپنے خاندان کے متولی ہوئے۔ انہوں نے خلافت کو نئی طرز میں پیش کیا وہ کہتے ہیں حضرت حسین کے بعد خلافت امام زین العابدین کو نہیں ملی بلکہ محمد بن حنفیہ اس کے والی ہوئے پھر ان کے بیٹے ہاشم نے یہ حق مجھ کو دے دیا ہے۔ یہ تحریک بڑے استقلال سے جاری رہی۔ خلیفہ ہشام نے حضرت زید کو جو حضرت حسنؓ

کے فرزند اور خلافت کے مدعی تھے دربار سے بے حرمتی کے ساتھ نکالا زید کو فہ آگئے اور اپنے
 لواحقین کو نصیحت کی کہ ہشام کے خلاف کوئی جدوجہد نہ کی جائے لیکن بعض لواحقین علم بغاوت
 بلند کرنے پر ہشام نے حضرت زید کو قصور مند تصور کر کے دربار میں شہید کر ڈالا اور نعش لواحقین
 کے سپرد کر دی۔ اتنے میں ہشام نے پھر نعش طلب کی تو ان کے لواحقین نے نہر میں دفن کر
 پانی بہا دیا تھا امویوں نے پتہ لگا کر نعش نکال لائی اسی نعش کو سولی پر لٹکا کر نذر آتش کیا اور نعش
 دریائے فرات میں پھینکوا دی گئی اور اسی واقعہ سے لوگوں کو مدعیان خلافت عباسیہ میں جوش پیدا
 کرنے اور بنی امیہ کی سلطنت کو ختم کرنے کا موقع مل گیا۔ ابو مسلم خراسانی نے محمد بن علی بن
 عبداللہ بن عباس کو خلافت دلانے کی حمایت کی اور ایک بڑی جماعت کو اپنا طرف دار بنالیا۔
 ابو مسلم خراسانی نے بنو امیہ کے مظالم حضرت علیؑ سے لے کر امام حسینؑ محمد بن حنفیہ
 حضرت زید ان کے بیٹے یحییٰ پر بنا کر لوگوں کو اہل بیت کے غم میں سیاہ جامہ پہننے کی ترغیب دی
 اور اپنے جھنڈے کے نیچے سب کو جمع کیا اس وقت سے عباسیہ کا سیاہ رنگ مشہور ہو گیا۔ یحییٰ
 کے قاتلوں کا تعاقب کیا گیا جو لوگ آل رسول کے طرفدار تھے وہ سب ابو مسلم خراسانی کے
 حامی بن گئے ابو مسلم نے ایک جلسہ کی تجویز کی پہاڑوں پر آگ سلگا کر اپنے دیگر حامیوں کو
 طلب کیا ابو مسلم کا سیاہ جھنڈا جس کو بادل اور سایہ کہتے تھے خراسان کی طرف شہر بہ شہر قریہ بہ
 قریہ پھرنے لگا۔ ابو مسلم خراسانی کی فوج سیاہ جھنڈیوں کا مظاہرہ کرنے لگی۔ آخری بادشاہ بنی
 امیہ کے کوزنصر کومرو سے نکالنے کی ٹھان لی۔ نصر نے مروان حمار آخری خلیفہ بنو امیہ سے
 مدد مانگی مگر مدد آنے سے پہلے فرغانہ اور خراسان کے علاقے ابو مسلم کے قبضہ میں آ گئے
 مروان حمار کو اصل شخص کی فکر پڑ گئی جس کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ جاسوسوں نے خبر دی
 کہ محمد بن علی کے بعد ابراہیم امام ان کے بیٹے اس بغاوت کے بانی ہیں۔ جس کی طرف سے
 ابو مسلم خراسانی سیاہ جھنڈیوں کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ مروان حمار نے ابراہیم امام کو گرفتار کر کے
 حران لے آیا یہاں وہ اور ساتھیوں کے ساتھ نظر بند رہے۔ اس واقعہ سے ابو مسلم خراسانی کے
 استقلال میں کوئی فرق نہ آیا و نصر کو شکست دے کر مغرب کی طرف بڑھا اس کے ساتھ خالد

بن برک ایرانی بھی تھا جس کی اولاد میں یحییٰ برکی کے بیٹے جعفر برکی نے ہارون رشید کے زمانے میں بڑی شہرت حاصل کی۔

ابو مسلم خراسانی نے نہاد اور کوفہ کو فتح کر لیا مروان بحالت غضب و وحشیانہ حرکات کا مرتکب ہوا جس کا نتیجہ شکست کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کو خبر ملی کہ امیر اہم امام بحالت نظر بندی ابو مسلم خراسانی سے نامہ و پیام کر رہے ہیں اس لئے حکم دیا کہ امیر اہم کا سر مشک میں بچھا چونا ڈال کر پانی سے بھر دیا جائے۔ اس طرح انکی وفات ہوئی۔ امیر اہم امام نے اپنی زندگی میں اپنے بھائی ابو العباس کو خلافت دی تھی ابو العباس نے اپنے بھائی کے انتقام کی قسم کھائی اور ایسے سخت طریقہ سے انتقام لیا کہ سفاح کا خطاب پایا۔ ابو مسلم خراسانی نے بمقام زاب مروان حمار کو ایسی شکست دی کہ وہ فرار ہو کر دمشق پہنچا وہاں خطرہ دیکھ کر قسطنطنیہ گیا اور وہاں سے ایک رومی علاقہ کی طرف جا رہا تھا کہ قسطنطنیہ کے جانشین سے مدد حاصل کرے بصورت تعاقب وہ مصر کے علاقہ میں دریائے نیل کے کنارے ایک قریہ کے گرجا میں جا چھپا دشمن کو آتا ہوا دیکھ کر تلوار لے کر لپکا گرنیزے کی نوک سے چھد کر رہ گیا مروان حمار کا مرنا تھا کہ بنو امیہ کی سوسالہ حکومت ختم ہو گئی۔ ابو العباس خاندان عباسیہ کا خلیفہ بنا اور اپنے بھائی کا ایسا انتقام لیا کہ سفاح کا خطاب پایا ہے۔ یہ ہیں واقعات سیاہ جھنڈوں کے جس کی طرف حدیث مذکورہ میں اشارہ پایا جاتا ہے ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق یعنی پھر سیاہ جھنڈے مشرق کی طرف سے نکلیں گے۔

اس کے بعد حدیث ثوبانؓ میں مسلمانوں کے قتل عام کی تفصیل اور زوال بغداد کا ذکر ہے۔ جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حدیث ثوبانؓ میں فیقتلونکم کے الفاظ سے جن مسلمانوں کے قتل کا ذکر کیا گیا ہے وہ واقعہ زوال بغداد کے متعلق ہے۔ جس کی کیفیت ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

بغداد خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں خیر البلاد عالم کہلاتا تھا جب مستعصم باللہ بن مستنصر باللہ بغداد میں خلیفہ ہوا چار سو خادم ہر وقت اس کی بارگاہ میں رہتے تھے۔ کسی ملک کا

بادشاہ بھی اس حد تک رسائی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک پتھر مانند حجر اسود کے رکھ چھوڑا تھا جس پر اطلس سیاہ بمنزلہ آستین پڑا رہتا تھا اطراف سے جو بادشاہ آتا تھا اس اطلس کو بوسہ دے کر چلا جاتا تھا۔

آتا بک سعد مظفر الدین ابو بکر بادشاہ شیراز کے زمانے میں قاضی القضاة مجد الدین بن اسمعیل قاضی بطور ایچی گری مستعصم کی خدمت میں بھیجے گئے اور پتھر کا بوسہ دینا ضروری قرار دیا گیا چونکہ قاضی بڑے دیندار تھے اس لئے ان کو اتنی اجازت ملی کہ انہوں نے پتھر پر قرآن شریف رکھا اور اسے بوسہ دیا۔ جب خلیفہ عید کے دنوں میں سوار ہوتا تھا تو خلیفہ کو دیکھنے کے لئے لوگ گذرگاہ کے بالا خانے کرایہ پر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ کرایہ کی آمدنی تین ہزار دینار ہوئی۔

وزیر سلطنت مویب الدین محمد بن عبدالملک ابن العلقمی تھا جو بڑا فاضل اور ناظم بھی تھا۔ مستعصم ابو ولعب عیش و عشرت میں مشغول رہتا تھا اور تمام امور سلطنت حسب رائے ابن العلقمی انجام پاتے تھے مقربان بارگاہ خلیفہ وزیر کا احترام نہیں کرتے تھے اس لئے وہ آزرده خاطر رہا کرتا تھا۔ اور خلیفہ سے بد اعتقاد ہو گیا تھا۔ ابن العلقمی کے باغی ہو جانے کا اصلی سبب یہ بھی تھا کہ مستعصم کے بیٹے امیر ابو بکر نے لشکر بھیج کر کرخ محلہ بغداد کو جس میں شیعہ رہتے تھے غارت کر دیا۔ اور سادات بنی ہاشم کو قید کر دیا۔ عورتوں اور لڑکیوں کو رسوائی و ذلت کے ساتھ گھروں سے باہر نکالا۔ ابن العلقمی مذہب امامیہ سے تعلق رکھتا تھا امیر ابو بکر کی اس حرکت سے سخت رنج ہوا اور اسی وقت سے ابن العلقمی کو فخر ہوئی کہ کس طرح خلیفہ اور اس کے پیروؤں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے۔

اسی اثناء میں کہ ہلاکوخاں ۶۵۳ھ میں قلعہ الموت کو فتح کر کے ایک سو تر سال کی سلطنت صباح اسمعیلی کو برباد کر چکا تھا۔ جیسا کہ اس کی کیفیت بیان کر دی گئی ہے۔ نصیر الدین طوسی مصنف اخلاق ناصری الملقب بہ محقق طوسی نے ایک قصیدہ مستعصم کی تعریف میں لکھ بھیجا۔ ابن العلقمی نے اسی قصیدہ کی پشت پر یہ عبارت لکھ کر کہ مولانا نصیر الدین خلیفہ سے خط و کتابت

کر رہے ہیں اس کے انجام بد سے بچنا چاہئے ناصر الدین کے پاس بھیج دیا ناصر الدین خفا ہو کر محقق طوسی کو قید کر دیا تھا۔ اب وہ ہلاکو خاں کی فتح پر قید سے چھوٹے اور ایلخان نے ان کو اپنا نوکر بنا لیا ہلاکو خاں مہمات سلطنت میں محقق طوسی سے مشورہ کرتا تھا۔ ابن العلقمی نے خفیہ طور پر ایک ایٹمی ہلاکو خاں کے پاس روانہ کیا خلیفہ کی شکایت ظاہر کر کے خواہش کی کہ بغداد پر چڑھائی کی جائے تو بلا تکلیف جنگ حکومت بغداد حوالہ کر دی جائے گی۔

جب ہلاکو خاں کی چڑھائی کی خبر بغداد میں پھیلی بعض امراء خلیفہ نے خلیفہ کی غفلت پر ملامت کی اور کہا کہ ہلاکو خاں کی فوج کے آنے سے پہلے اسباب جنگ مہیا کرنا چاہئے تھا۔ ابن العلقمی نے ان باتوں کو خلیفہ کے سامنے بے وقعت کر دیا اور کہا اگر بغداد کی عورتیں اور بچے کٹھنوں پر سے پتھر اور اینٹیں پھینک دیں تو ہلاکو کی فوج تباہ ہو جائے گی۔ اور پوشیدہ طور پر خلیفہ کے حالات کی اطلاع ہلاکو کو دیتا تھا۔ یہاں تک کہ ہلاکو کی فوج بغداد کی طرف آگئی اور لڑائی شروع ہو گئی۔ بغداد کے بہت سے آدمی مارے گئے شام کے وقت ہلاکو نے لڑائی روک دی پچاس دن تک بغداد کا محاصرہ کئے رہا۔ اس حالت میں مجد الدین شہید الدین اور شمس الدین ایک ایٹمی کو ہلاکو کے پاس اس کے پیام کے ساتھ بھیجا کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد اور بارہ امام علی الخصوص امیر المؤمنین حضرت علیؑ سے ایسا سنا ہے کہ تم اس ملک کے مالک ہوں گے اور والی گرفتار ہو جائے گا۔ اس پیام سے ہلاکو بہت خوش ہوا انعام اور ان کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ علاؤ الدین عجمی وہاں گئے اور اہل محلہ کی جان بچائی خلیفہ اب بھی ابن العلقمی سے مشورہ کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ مغلوں کی فوج زیادہ ہے اور ہمارے پاس مقابلہ کے لئے اسباب نہیں ہیں۔ لہذا جنگ کا خیال چھوڑ کر تواضع اور مدارات سے پیش آنا چاہئے اس لئے خلیفہ کو ہلاکو کے پاس جانا چاہئے ہلاکو کا مقصد جو اہرات ہے وہ اسے دیدینا چاہئے۔ مسلمانوں کی جان بچ جائے گی۔ خلیفہ مستعصم باللہ نے اپنے دونوں بیٹوں ابو بکر اور عبد الرحمن نیز اعیان سلطنت کے ساتھ سوار ہو کر ہلاکو کی طرف چلا جب قریب بارگاہ پہنچا تو کثیر آدمیوں کو داخلہ کی اجازت نہ ملی۔ خلیفہ کو معہ دو بیٹوں اور دو تین خادموں کے خیمہ میں بلایا جب صبح

ہوئی تو ہلاکونے بغداد کی عارت گری کا حکم دیدیا۔ مستعصم جس قدر مال و دولت اپنے سابق خلفائے بغداد سے ورثہ میں پایا تھا وہ سب لوٹ میں ضائع ہو گیا۔ دو تین دن بعد مستعصم نے نماز صبح میں آیت شریف قل اللهم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء کی قراءت کی یعنی کہدو اے محمد کہ تمہاری امت اس طرح دعا کرے اے اللہ تو مالک کا مالک ہے جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ لوگوں نے اس کا ذکر ہلاکوں سے کیا ہلاکوں نے کہا کھانا روک دو جب بھوک سے بے حال ہو تو محافظوں سے کھانا مانگا اس کی اطلاع بھی ہلاکوں کو ہوئی ہلاکوں کے حکم سے ایک تھال اشرفیوں بھرا ہوا خلیفہ کے سامنے رکھا گیا اور کہلایا گیا کہ اس کو کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مستعصم نے جواب دیا کہ اسے انسان کیوں کر کھائے ہلاکوں نے جو بہ وساطت ترجمان کہلایا اگر زر کھانے کی چیز نہیں ہے تو اسے فوج اور دگروں میں تقسیم کیوں نہیں کیا کہ اس میں ہمارا حصہ نہ ہوتا۔ ہلاکوں نے خلیفہ کو زندہ رکھنے یا قتل کر دینے میں اپنے ملازمین سے مشورہ کیا۔ اہل اسلام نے کہا کہ لوگ مستعصم کو خلیفہ رسول اور امام برحق جانتے ہیں اگر اس کو قتل کیا جائے تو آسمان الٹ کر گر جائے گا مسلمانوں ہی سے بعض غداروں نے کہا جب امام حسینؑ رسول اللہ ﷺ کے نواسے شہید ہوئے تھے آسمان ٹوٹ کر نہیں گرا تو مستعصم کے قتل پر کیسے آسمان ٹوٹ کر گرے گا۔ اس پر بھی ہلاکوں نے کہا کہ خون مستعصم سے تیج کو رنگین نہ کیا جائے پھر اس کو نعلہ میں لپیٹ کر اتنا ہلا دیا کہ خلیفہ کی جان نکل گئی یہ واقعہ ۶۵۶ھ کا ہے چونکہ بغداد ابن العلقمی کی کوشش سے فتح ہوا تھا اس لئے اسے امید تھی کہ حکومت بغداد اسی کو ملے گی مگر ہلاکوں نے اس الزام پر کہ اس نے اپنے ملک سے بے وفائی کی ہے اس کو حکومت بغداد سے محروم رکھا ابن عمران ایک معمولی اور مفلس آدمی تھا کچھ لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ حملہ ہلاکوں سے کچھ پہلے ایک دن دوپہر میں حاکم یعقوب بے کے پاؤں دبا رہا تھا کہ نیند آگئی ہاتھ رکا تو حاکم یعقوب نے سب پوچھا اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ خلافت بغداد کا خاتمہ

ہو گیا ہے اور میں حاکم بغداد ہو گیا ہوں۔ حاکم یعقوب نے ایک لائٹ ماری کہ بے چارہ نیچے گر پڑا۔

جب ہلاکو نے بغداد کا محاصرہ کر لیا تو ابن عمران نے ایک تیر پر کاغذ چسپاں کر کے یہ تحریر لکھی کہ مجھے خلیفہ سے مانگ لیں۔ میں آپ کے بہت کام آؤں گا۔ تیر کمان سے نکلا اور بغداد کی طرف جاگرا ہلاکو کو اس عبارت سے واقف کرایا گیا ہلاکو ابن عمران کو بلوالیا تو کو داموں کے راز معلوم ہوئے ہلاکو خوش ہو کر اسے حاکم بغداد بنا دیا اور ابن العلقمی اس کا ماتحت قرار پایا جو اپنے کئے پر سخت نادم ہوا لوگ دیواروں پر لکھتے تھے۔ لعن اللہ من لا یلعن ابن العلقمی (خدا اس شخص پر لعنت کرے جو ابن العلقمی پر لعنت نہیں کرتا) چالیس دن تک لشکر ہلاکو قتل و غارت میں مشغول رہا سولہ لاکھ جانیں تلف ہوئیں وحشی مغلوں نے شیر خوار بچوں کو تک نہ چھوڑا گلیوں میں خون کی نالیاں بہ رہی تھیں دریائے دجلہ کا پانی میلوں ارجوانی ہو گیا (ماخوذ از تاریخ و صاف و تاریخ امیر علی)

حدیث ثوبان کے الفاظ فیقتلونکم قتلا لم یقتله قوم یعنی (وہ کفار تم (مسلمانوں) کو ایسا قتل کریں گے کہ کسی قوم نے اس طرح قتل نہ کیا ہوگا) اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو خلافت بغداد کے خاتمہ کا واقعہ ہے یہاں یہ بات روز روشن کی طرح صاف ہو جاتی ہے کہ حدیث ثوبان کی پیشین گوئیوں یعنی (۱) خلیفہ کے تین بیٹوں کا خلافت سے محروم رہنا۔ سیاہ جھنڈوں کا مشرق سے نکلنا اور مسلمانوں کے بے دریغ قتل کے بعد تم یجئیں خلیفۃ اللہ المہدی فاذا سمعتم بہ فاتوہ فبیعوہ (یعنی پھر خلیفۃ اللہ مہدی آئیں گے جب تم آپ کے حال سن لو تو آپ کے پاس جاؤ اور بیعت کرو) کے الفاظ بیان کئے گئے۔ فاتوہ اور فبیعوہ امر کے صیغے ہیں جو بلا قرینہ ہونے کی وجہ سے وجوب پر دلالت کرتے ہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ مہدی علیہ السلام کی بیعت مسلمانوں پر واجب ہے پھر اس پر ولو حیواء علی الخلیج کی تاکید بھی آئی ہے۔ (یعنی برف پر سے ریگتے ہوئے جانا ہلو جا کر بیعت کرو) جب امامنا مہدی علیہ السلام زوال بغداد کے بعد جو ۶۵۶ھ میں ہوا

۸۴۷ھ میں (۱۹۱) سال کے بعد پیدا ہوئے تو تم کا لفظ اتنی تعقیب و تاخیر پر بدرجہ اولیٰ دلالت کرتا ہے۔ لفظ تم کے تاخیر کی کوئی حد معین نہیں ہے چنانچہ دیکھئے اسی حدیث میں تم تطلع الریات اسود (پھر سیاہ جھنڈے نکلیں گے) سے خلافت عباسیہ کے بنیادی واقعہ کی خبر دی گئی ہے۔ اور سیاہ جھنڈوں کا واقعہ بنی امیہ کی حکومت کے سو سال کے بعد ظہور میں آیا ہے۔ اس لئے (۱۹۱) سال کی تاخیر کوئی تعجب خیز بات نہیں بلکہ عین منشاء حدیث کے مطابق ہے۔

اب حدیث ثوبانؓ کے آخری حصہ ولو حیوا علی الخلیج کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم کو برف پر ریختے جانا پڑے تو جاؤ اور مہدی علیہ السلام کی بیعت کرو۔

لغات عرب کی ورق گردانی سے ظاہر ہوا کہ ولو حیوا علی الخلیج نہ کوئی خاص محاورہ ہے نہ کوئی ضرب المثل جو کسی مخصوص معنی کے لئے آیا ہو بلکہ اس سے رسول اکرم ﷺ نے ایسے مقام کی خبر دی ہے جو ملک عرب اور اس مقام کے درمیان جہاں مہدی علیہ السلام پیدا ہوں گے ایک دشوار گزار برفانی مقام ہوگا۔ جس پر سے ریختے ہوئے جانا پڑے بھی تو جا کر آپ کی بیعت کرو اور اس حدیث شریف کی روشنی میں عرب کے حدود و اربعہ پر نظر ڈالنے اور تحقیق کرنے سے حدیث مذکور کا اشاریہ مقام معلوم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ملک عرب کا حدود و اربعہ

(۱) عرب کے مغرب میں بحیرہ قلزم اور اس کے پرے مصر طیبیا آخری میں مراکش واقع ہے جہاں کوئی برفانی مقام نہیں ہے بلکہ یہ مقامات منطقہ حارہ میں داخل ہیں۔

(۲) عرب کے جنوب میں بحیرہ عرب پھر اس کے جنوب میں بحیرہ ہند ہے یہاں تو کوئی زمین نہیں ہے جہاں انسان بستے ہوں۔

(۳) عرب کے شمال میں ایشیائے کوچک کا علاقہ ہے اور اس کے پرے روس کا علاقہ ہے جو سائبیریا تک چلا گیا ہے۔ جہاں برف باری کے زمانہ میں برف جمتی ہے مگر کوئی ایسا مقام نہیں ہے جو کسی مقام پر برف جننے کے بعد ایسا علاقہ آئے جہاں برف نہیں جمتی۔

(۴) عرب کے مشرق میں دو حصے فرض کریں تو ایک جنوب مشرق کا حصہ دوسرا شمال

شرق کا حصہ۔ جنوبی حصہ میں کوئی برفانی مقام نہیں ہے جہاں صحرائے عرب ساحل ایران و بلوچستان وغیرہ ہیں۔ البتہ شمالی حصہ میں خراسانی پہاڑیاں ہیں۔ جہاں چھ ماہ تک برف جھی رہتی ہے آمدورفت کا راستہ بند رہتا ہے۔ اور یہ نہایت دشوار گزار ہے۔ راستہ کی دشواری کا اندازہ باہر کے اس سفر نامہ سے ہو سکتا ہے جو اس کا خود نوشتہ چغتائی زبان میں ہے اس کا ترجمہ اکبر اعظم کے زمانے میں عبدالرحیم خان خاناں ترک باہری کے نام سے کیا ہے۔ باہر سلطان حسین مرزا کے بلانے پر ہرات سے کابل روانہ ہوا اور برف کی کیفیت بیان کرتا ہے۔

”در خواصی چچرول خود برف و رول اسپ بلند بود چاہلکی اسپ بر زمین حمیر صید“

یعنی نواجی چچران میں برف گھوڑے کی ران سے بلند تھی گھوڑے کے پاؤں زمین پر نہیں پہنچتے تھے آگے چل کر لکھتا ہے نزدیک بیک ہفتہ برف زیر کردہ و یک کردہ دیم کردہ زیادہ کوچ نمی توانستیم کرد۔ یعنی تقریباً ایک ہفتہ کے عرصہ میں ہم برف ہٹا کر ایک کوس دیرھ کوس سے زیادہ کوچ نہیں کر سکتے تھے۔

اس بیان سے واضح ہے کہ خراسان کی برفانی پہاڑیوں کا راستہ برف باری کی وجہ سے نہایت دشوار گزار ہے جب ایک ہفتہ میں دیرھ کوس راستہ چلا گیا ہے تو کیا یہ رفتار حدیث ثوبان کے مضمون کے مطابق ریگتے ہوئے جانے کی جیسی نہیں ہے۔

بہر حال خراسان کا علاقہ ایسا علاقہ ہے جہاں برف جمتی ہے اور اسی علاقہ کے شرق میں ہندوستان واقع ہے جہاں برف نہیں جمتی اور اسی ہندوستان کے شہر جونپور میں امامنا علیہ السلام ۸۳۷ھ میں پیدا ہوئے اور ہندوستان کے مختلف اور بہت سارے شہروں میں ہجرت کرتے ہوئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے واپسی پر کجرات پہنچے پھر یہاں سے مختلف مقامات سے ہجرت کرتے ہوئے شہر فراہ پہنچے۔ خراسانی پہاڑیوں کی برف باری ایک طرف فراہ پر دوسری طرف کابل پر ختم ہوتی ہے۔ اس لئے حدیث ثوبان میں ولو حیوا علی الثلج یعنی اگر چہ برف پر سے ریگتے جانا پڑے مطلب یہ ہے کہ امامنا علیہ السلام ہندوستان میں پیدا ہوں گے اور آپ مختلف مقامات پر ہجرت کرتے ہوئے شہر فراہ آئیں گے جہاں

آپ کا مزار مبارک ہے جب تم کو امامنا کے ظہور کا حال سننے میں آئے تو ہند میں کسی مقام پر رہیں یا فراہ آجائیں تو اس بر فانی علاقہ کو بہر اوقات طے کر کے جاؤ اور بیعت کے لئے امام مہدی کی خدمت میں پہنچ جاؤ اور بیعت سے شرف ہو جاؤ کیونکہ آپ کی بیعت فرض ہے۔

اس سے پہلے فسوف یاتی اللہ بقوم کی تفسیر میں صبحی مرتدوں کے محل وقوع سے منجانب مشرق فراہ کا مقام ثابت ہوا اور اب حدیث ثوبان سے بھی ہندوستان کے علاوہ مقام فراہ ثابت ہو رہا ہے۔ گویا حدیث ثوبان آیت مذکورہ کی تفسیر ہے اس کے بعد اس شبہ کا ازالہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے کہ امامنا علیہ السلام کا فرہ میں تشریف لانا اور فرقہ باطنیہ کے مقام سے فراہ کا مشرقی حدود میں داخل رہنا ایک اتفاقی امر نہیں ہے۔ بلکہ مشیت ایزدی ہے جو جب آیت واحدیت مقتضی تھی کہ آپ کا مولد ہندوستان ہے تو فراہ میں آپ کا مزار مبارک ہو ہماری بات کی تائید میں ایک اور حدیث پیش کی جاتی ہے جو نسائی میں ثوبان سے مروی ہے۔

عن ثوبان مولى رسول الله ﷺ قال قال رسول الله ﷺ

عصابتان من امتی احرز هما اللہ من النار عصابتان تغزو الهند وعصابة مع عیسیٰ علیہ السلام (نسائی شریف جلد ثانی صفحہ ۳۰)

ترجمہ: ثوبان جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت میں دو گروہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچا دیا ایک گروہ ہندوستان میں لڑے گا دوسرا عیسیٰ کے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث میں دو جماعتوں کا ذکر آیا ہے ایک ہند میں لڑے گی دوسری عیسیٰ کے ساتھ ہوگی۔ پہلے ہند کی جماعت کس کی ہوگی اس کی صراحت نہیں ہے دوسری مامور من اللہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگی۔ پہلی جماعت جو دوزخ سے محفوظ رہنے والی ہے غیر مامور من اللہ کی کیسی ہو سکتی ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ پہلی جماعت ضرور مہدی علیہ السلام کی جماعت ہے کیونکہ دوزخ سے بچنا ہلاکت سے بچنا ہے۔ اور مہدی واقع ہلاکت امت محمدیہ ہونا ایک مطلب رکھتا ہے جیسا کہ حدیث شریف کیف تہلک امتی انا فی اولہا و عیسیٰ فی

آخرها والمہدی من اهل بیتى فی وسطها یعنی وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں اور عیسیٰ آخر میں اور مہدی میرے اہل بیت سے اس کے وسط میں ہیں سے ظاہر ہے۔

اس حدیث میں تغزوا الہند کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ ہند میں لڑنے والی جماعت مہدی علیہ السلام کی جماعت ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

چونکہ ہمارا مقصد اس تحریر کا یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام کا وقت بعثت آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور علمائے امت کے رایوں اور مقدس اولیاء کرام کی جتہین کوئیوں کی روشنی میں واضح کرنا ہے اسی لئے یہاں ہم تمام دلائل اسی مضمون کے پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایک اور حدیث شریف جو حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے اس سے امام مہدی علیہ السلام کا (۹۰۱ھ) میں ظاہر ہونا ثابت ہوتا ہے بہ خوف طوالت صرف حدیث مذکورہ کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے تم میں نبوت رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھا دے گا جب تک اللہ چاہے خلافت نبوت کے اصول پر رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اس کو بھی اٹھا دے گا پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا کھانے والی بادشاہت رہے گی پھر اس کو بھی اللہ تعالیٰ اٹھا دے گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے جبری بادشاہت رہے گی پھر اس کو بھی اللہ تعالیٰ اٹھا دے گا۔ پھر خلافت نبوت کے اصول پر رہے گی اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے اس کو احمد نے اور بیہقی نے دلائل النبوة میں بیان کیا ہے۔

اس حدیث میں حسب ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد خلافت علی منہاج النبوة یعنی وہ خلافت جو نبوت کے اصول پر ہوگی۔

(۲) خلافت علی منہاج النبوة کے بعد کھانے والی بادشاہت

(۳) کاٹ کھانے والی بادشاہت کے بعد جبر و تشدد کی بادشاہت

(۴) جبر و تشدد کی بادشاہت کے بعد خلافت علی منہاج النبوت

یعنی وہ خلافت جو نبوت کے اصول پر ہوگی ہر ایک کی تفصیل ناظرین کی دلچسپی کے لئے مختصراً لکھ دی جاتی ہے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد خلافت علی منہاج النبوة سے مراد خلافت راشدہ ہے اور اس خلافت کے خلفاء جملہ پانچ ہیں پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں جن کی مدت خلافت ۲ سال ۶ ماہ ۳ یوم رہی۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ ہیں جن کی مدت خلافت ۱۰ سال ۶ ماہ ۳ یوم رہی۔ تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ ہیں جن کی مدت خلافت ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۳ یوم رہی چوتھے خلیفہ حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں جن کی مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ۸ یوم رہی پانچویں خلیفہ حضرت امام حسنؓ ہیں جن کی مدت خلافت چھ ماہ سے کچھ کم ہے۔

(۲) خلفائے راشدین کی خلافت کے بعد جو علی منہاج النبوة تھی کاٹ کھانے والی بادشاہت سے مراد بنو امیہ کی حکومت ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہوا ہے الخليفة بعلى ثلاثون سنة ثم بعلمه ملكا عضواً۔ یعنی خلافت راشدہ میرے بعد تیس سال رہے گی۔ پھر اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی اس بادشاہت کی طرف ملکا عضواً کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بنی امیہ کی حکومت میں جتنے بادشاہ گزرے ہیں ان میں قابل ذکر یہ ہیں پہلے بادشاہ حضرت امیر معاویہ ہیں دوسرا بادشاہ یزید بن معاویہ تیسرے معاویہ بن یزید چوتھا مروان بن حکم پھر علی التسلسل عبدالملک ولید سلیمان عمر بن عبداللہ یزید بن عبدالملک ہشام وغیرہ ہیں۔ آخری بادشاہ مروان چہارہ ہے ان سب کے متحملہ حضرت معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ کے نام سے موسوم ہیں باقی بادشاہ یا امراء ہیں۔ تاریخ بین حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ بنو امیہ کے دور حکومت میں خود حضرت معاویہ کی زندگی میں یزید پلید نے حضرت امام حسن ابن علی کرم اللہ وجہہ کوزہر دلوادیا اور یزید کے زمانہ میں امام عالی مقام حضرت حسینؓ معہ اقرباء شہید کر دیئے گئے۔ یزید نے

امویوں کی ایک فوج بھیج کر اہل مدینہ پر حملہ کرایا اس لڑائی میں بڑے بڑے اصحاب شہید ہو گئے۔ ہشام نے حضرت زید بن حسن کو سردار شہید کیا پھر نعش سولی پر لٹکانی پھر جلا کر رکھ دیا۔ فرات میں پھینک دی حضرت زید کے فرزند حضرت یحییٰ کا قتل ہوا۔ بہر حال اس حکومت کو حسب فرمان نبوی کاٹ کھانے والی حکومت کہنا بالکل مناسب ہے۔

(۳) کاٹ کھانے والی حکومت کے بعد جبری ملک کا ذکر آیا ہے چونکہ بنی امیہ کے بعد سوائے بنی عباس کی حکومت کے کوئی حکومت نہیں ہے اس لئے اس سے مراد خلافت عباسیہ ہے جس کا پہلا خلیفہ ابو عبد اللہ سفاح ہے جن کی تعداد جملہ (۳۷) ہوتی ہے آخری خلیفہ مستعصم باللہ تھا جس کو ہلاکو خاں نے ہلاک کر کے خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر ڈالا جس کی مختصر تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ اس خلافت کو جبر و تشدد کی بادشاہت کہنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس حکومت میں بانی خلافت عباسیہ ابو عبد اللہ سفاح ایک ایسا خلیفہ گذرا ہے جس نے قسم کھائی تھی کہ اپنے بڑے بھائی ابراہیم امام کے بے گناہ قتل کا انتقام لوں گا۔ چنانچہ وہ امویوں کا ہر فرد جہاں ملتا تھا بے دردی کے ساتھ قتل کرتا تھا۔ عبد اللہ بن علی سفاح کے چچا نے تو معافی کا وعدہ دے کر بہت سے امویوں کو اکٹھا کیا اور سب کو بے دریغ قتل کر دیا۔

خلیفہ مستعصم باللہ کو جو عباسیہ کا آخری خلیفہ تھا جس کو ہلاکو خاں نے ۶۵۶ھ میں ہلاک کر کے خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا تھا اس کو اپنے روپے پیسے اور جو اہرات پر ایسا گھمنڈ تھا کہ بادشاہان اطراف سے ملاقات تک نہیں کرتا تھا۔

(۴) حدیث زیر بحث میں جبر و تشدد کی بادشاہت کے بعد خلافت علی منہاج النبوة کا ذکر آتا ہے۔ لمعات شرح مشکوٰۃ کے مولف نے خلافت علی منہاج النبوة کے تحت یہ الفاظ لکھے ہیں الظاہران المراد بہ زمن عیسیٰ والمہدی۔ یعنی خلافت علی منہاج النبوة سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ و مہدی علیہم السلام کی خلافت ہے۔ اجتماع حضرت عیسیٰ و مہدی کی مکمل بحث کا یہ موقع نہیں یہاں ہم صرف حضرت سعد الدین قنمازانی کا ایک قول جو انہوں نے اپنی کتاب مقاصد الاسلام میں لکھا ہے نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں

جس سے اجتماع مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کا مسئلہ ہی باطل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ فما یقال ان عیسیٰ یقتلی بالمہلی او بالعکس شی لا مستدلہ فلا ینبغی ان یعول علیہ ترجمہ:- یہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ مہدی کی اقتداء کریں گے یا اس کے بالعکس یہ ایسی بات ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے اس پر توجہ نہ کرنا چاہئے

اس کے علاوہ احادیث دفع ہلاکت امت محمدیہ تو قطعی طور پر ثابت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابتدائے امت میں دفع ہلاکت امت ہیں تو عیسیٰ آخر امت میں اور مہدی وسط امت میں پھر وہ کیا صورت ہوگی جس سے اجتماع مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کا اعتقاد قائم ہو سکے۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے۔

کیف تہلک امتی انا فی اولہا و عیسیٰ ابن مریم فی آخرہا
والمہلی من اہل بیٹی فی وسطہا

ترجمہ:- وہ امت کس طرح ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخر میں ہیں اور مہدی میرے اہل بیت سے اس کے وسط میں ہیں۔

لہذا یہ اعتقاد رکھنا کہ مہدی اور عیسیٰ ایک وقت میں آئیں گے سراسر باطل ہے اور ان دو خلفاء اللہ کا اجتماع ناممکن ہے۔ اور جبر و تشدد کی بادشاہت یعنی خلافت عباسیہ کے اختتام سے آج تک نزول عیسیٰ کا واقعہ بھی پیش نہیں آیا۔ اس لئے خلافت علی منہاج النبوة سے مراد صرف مہدی علیہ السلام کی خلافت ہی ہو سکتی ہے لا غیر

قبل ازیں آیت فسوف یاتی اللہ بقوم اور حدیث ثوبانؓ میں ولو حیوا علی الخلیج سے ثابت ہو چکا ہے کہ امامنا علیہ السلام خلافت عباسیہ کے اختتام سے جو ۶۵۶ھ میں ہوا (۱۹۱) سال کے بعد ۸۴۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے حدیث حذیفہؓ بھی امام علیہ السلام پر صادق آتی ہے آپ اس کا مصداق اتم ہیں۔ اور یہ سلسلہ آپ کی صداقت کے لئے موتیوں کی لڑی کی طرح ثابت ہو رہا ہے انشاء اللہ اور بھی بے شمار دلائل قرآن اور احادیث سے ہم آگے پیش کرنے والے ہیں تاکہ مومنوں کو راحت اور متلاشیان حق

ہدایت کے لئے سراج منیر ثابت ہو۔ تاریخ اسلام جسٹس امیر علی سے ظاہر ہوتا ہے کہ امویہ خاندان کے جو افراد سفاح کی کینہ کش تلواریں سے بچ رہے ان میں ہشام کا پوتا عبدالرحمن بھی ہے جو مراکش آیا پھر ہسپانیہ پہنچا بمقام سارہ عالم ہسپانیہ سے جنگ کر کے اس کو شکست دے دی اور خود فرمان روائے ہسپانیہ بن بیٹھا۔ سب لوگ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اس سلسلہ میں عبدالرحمن دوم سوم و چہارم کئی فرمانروا ہوئے۔ ابوالحسن ان کا آخری تاجدار ہے جو سلطنت سے دست بردار ہو گیا اور ابوالحسن کے بعد کچھ لوگ حکومت کرتے رہے۔

۳/ جنوری ۱۳۹۲ء م ۸۹۷ھ کو غرناطہ اہل کسطل کے حوالہ کیا گیا بڑی نامبارک و نامسود گھڑی تھی وہ جس میں غرناطہ پر ہلال کی جگہ صلیب کا پرچم لگانے لگا۔ اس سے جزیرہ نمائے ہسپانیہ اور پرنگال کی ترقی و تہذیب کا مہتاب ہمیشہ کے لئے چاہ گماںی میں ڈوب گیا۔ یہ واقعہ ۱۳۹۲ء م ۸۹۷ھ کا ہے ہشام کے پوتے عبدالرحمن اور اس کے جانشین سب کے سب بنو امیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ہسپانیہ میں ابتداء بلکہ عرصہ تک خطبہ میں خلفائے عباسیہ کا نام لیا جاتا تھا اس لئے اسپین کی حکومت کو ملکا عاضا کا ضمیمہ سمجھا جاتا تھا۔ یا ملکہ جبرتیہ کا اس کا سقوط ۸۹۷ھ میں ہو گیا اس کے تین سال کے بعد ۹۰۱ھ میں امامانے مکہ معظمہ میں رکن اور مقام کے درمیان بموجب حدیث حدیفہ^۳ خلافت الہیہ کا پہلا دعویٰ فرمایا اس طرح بھی حدیث حدیفہ^۳ آپ پر صادق اور آپ اس کے مصداق ہیں۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ابتدائے حدیث میں خلافت علی منہاج النبوة کا جو ذکر آیا ہے اس سے مراد خلافت راشدہ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ ملکا عاضا و ملکا جبرتیہ کے بعد جس خلافت علی منہاج النبوة کا ذکر آیا ہے اس سے مراد خلافت راشدہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ خلافت الہیہ مراد ہے۔ کیونکہ مہدی علیہ السلام بموجب حدیث ثوبان^۴ و ابن عمر^۵ خلیفۃ اللہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اشعار جس میں انہوں نے مہدی علیہ السلام کے زمانہ بعثت کے متعلق پیشین گوئی کی ہے جو متعدد نسخوں میں یہ اشعار موجود ہیں نامی پریس

لکھنؤ کے چھپے ہوئے نسخہ میں اور مطبع حجر (مصر) کے ۱۲۷۲ھ کے مطبوعہ نسخہ میں بھی یہ اشعار موجود ہیں ان اشعار کا ترتیب وار ترجمہ یہ ہے۔

(۱) اے میرے فرزند و جب ترک حملہ کریں تو تم مہدی کی ولایت کے منتظر ہو جو قائم ہوگا اور عدل کرے گا۔

(۲) ہاشمی ظالم بادشاہ ذلیل ہو جائیں گے اور ان میں سے ایک ایسے شخص سے بیعت کی جائے گی جو کھیل کود میں لگا ہوگا۔

(۳) وہ بچوں میں سے ایک بچہ ہوگا جو نہ بزرگی و عظمت اور نہ عقل و رائے رکھتا ہوگا۔

(۴) پھر تم میں سے حق کو قائم کرنے والا کھڑا ہوگا جو تم پر حق کو پیش کرے گا اور خود حق پر عمل کرے گا۔

(۵) وہ رسول اللہ ﷺ کا ہمتام ہوگا میری ذات اس پر فدا ہو جائے پس میرے فرزند اس وقت جلدی کرنا اور اس کو نہ چھوڑنا۔

پس حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے لامحدود کمالات و فضائل ظاہری و باطنی کو تمام اہل اسلام متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں اور یہ اصول حدیث کے ضوابط کے نظر کرتے یہ قول ایک جلیل القدر صحابی کا ہے جو حدیث موقوف کا دہجہ رکھتی ہے۔ اور اہل سنت کا یہ ضابطہ ہے کہ کسی خبر مغیب کا ظہور اسی کے مطابق ہو جائے تو وہ موجب قطع و یقین ہو جاتی ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ تاریخی واقعات اس پیشین کوئی کے ٹھیک ٹھیک مطابق ظاہر ہونے کی تاریخی شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ ۶۵۶ھ میں جبکہ ہلاکو خاں نے حملہ بغداد پر کیا اور خلیفہ وقت مستعصم باللہ عباسی مع اپنے بیٹوں اور خاندان کے قتل ہو کر خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہوا جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے اس طرح ترکوں کے حملہ کرنے اور ہاشمی بادشاہوں کے ذلیل و خوار ہونے کی پیشین کوئی پوری ہوئی ۶۵۶ھ سے ۶۵۸ھ تک کوئی خلیفہ نہیں رہا۔ ۶۵۸ھ میں برس حاکم مصر نے بنی عباس کے ایک لڑکے کو جس کا نام احمد ابو القاسم تھا قاہرہ بلوا کر اس کو منصر باللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنایا۔ اور اس سے بیعت کی گئی (تاریخ الخلفاء

تاریخ اسلام امیر علیؑ اس طرح بنی عباس کے ایک لڑکے جو نہ صاحب الرائے تھا نہ عقل و فہم والا سے بیعت کرنے کی پیشین گوئی بھی صادق آئی ان واقعات کے بعد ہی امامنا مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوا جن کا نام مبارک سید محمد بن سید عبد اللہ تھا اور نہ صرف یہی کہ آپ کا نام حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہمنام تھا بلکہ حدیث کے مطابق آپ کے والد بزرگوار کا نام بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد کے ہمنام تھا سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بھی بی بی آمنہ تھا جو حضرت رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ کی ہمنام تھیں جو احادیث کے عین مطابق تھیں۔ تاریخ اسلام کے واقعات پر ایک تحقیقی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خبر معیہ یا پیشین گوئی کے جس قدر حصے ہیں ان کا ظہور مختلف ادوار میں ہو چکا ہے جس کو ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ ان روشن اور واضح وجوہ دلائل کے ہوتے جو حضرت امامنا مہدی علیہ السلام پر پورے منطبق ہیں اس کے باوجود اس کا انکار کرنا کس قدر کوتاہ نظری اور عدم تحقیق و تدبر کا اعلانیہ ثبوت ہے۔ حالانکہ امامنا مہدی علیہ السلام باعتبار نسب و نام اور اوصاف اور زمانہ بعثت ان پیشین گوئیوں کے پورے پورے مصداق ہیں۔

اس کے علاوہ اور دلائل جو ٹھیک ٹھیک زمانہ بعثت کا پتہ دیتے ہیں اس کو یہاں پر تفصیل کے ساتھ درج کرنا چاہتے ہیں جو تمام دلائل اول سے آخر تک ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ
 قال النبی ﷺ اللینیا سبعة الاف سنة انا فی آخرها الفأ
 نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے اور اس کے آخری ہزار
 میں میں ہوں۔

طبرانی کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے جامع کبیر میں
 ضحاک بن زمل جہنی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا
 کہ میں نے خواب میں آپ کو سات زمینوں والے منبر کے اعلیٰ درجہ میں دیکھا ہے۔

حضرت نے اس خواب کی تعبیر میں یہ فرمایا کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے اور میں پچھلے ہزار میں ہوں۔ صاحب تاویلات القرآن کا قول ہے کہ اسی سات ہزار میں مہدی علیہ السلام کا ظہور ہے۔

شکر اللہ بن شہاب الدین نے بجز التواریخ میں لکھا ہے کہ

در ہزل و ہفتم کہ قمر است وزمین قیامت است محمد رسول اللہ را
قرستاد و درین ہزل در ہر صد سال سال خلیفہ و عالمی آشکار خواهد شد در صدی
اول عمر بن عبد العزیز کہ و جملہ قطب است (تا آن قول) در صدی نهم آل
رسول قرۃ العین بقول محمد بن عبد اللہ المہدی بظہور خواهد آمد۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے ساتویں ہزار میں جو دور قمر ہے اور زمین قیامت ہے محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا اور اسی ہزار سال میں ہر سو برس کو سال خلیفہ (یعنی مجدد) ظاہر ہوگا پہلی صدی میں عمر بن عبد العزیز جو کہ جملہ اقطاب سے ہیں (اسی طرح بقول ان کے سلسلہ رہے گا) اور صدی نهم آل رسول قرۃ العین بقول محمد بن عبد اللہ المہدی کا ظہور ہوگا۔ (ازما خود کل الجواہر جلد دوم) شیخ عبدالحق دہلوی نے مشکوٰۃ کی قاری تشریح میں باب قرب السانۃ میں شیخ جلال الدین سیوطی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض علمائے وقت نے اس بات پر فتویٰ دیا ہے کہ دویں صدی میں امام مہدی وغیرہ علامات قیامت کا ظہور ہوگا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے مرقاۃ الصعود میں اپنے رسالہ تنبیہ کے حوالے سے حدیث پیش کی ہے۔

ان اللہ یبعث الی آخرہ کے ذیل میں ابن الاہل کا یہ قول پیش کیا ہے
ویکون المہدی او عیسیٰ بن مریم فی المایۃ العاشرة عند تمام الدور
والعند العربی انتھی کلام ابن الاہل (مرقاۃ الصعود صفحہ ۱۸۹) فن حدیث نمبر ۱۱
کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد

ترجمہ:- مہدی یا عیسیٰ دویں صدی میں ہوں گے جب کہ دور اور عدد عربی ختم ہونے کے قریب ہے۔

یہاں دور سے مراد دورِ قمر ہے جس کے ابتداء میں آدم علیہ السلام کا ظہور ہوا ہے اور دور کی کل مدت سات ہزار سال ہے جیسا کہ حدیث مافوق سے ظاہر ہے کہ دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص جو چھٹا سال تمام کر کے ساتویں سال میں داخل ہوا کبھی اس کو شش سالہ بولتے ہیں باعتبار مکمل ہونے سال کے اور کبھی (سات) ہفت سالہ بولتے ہیں۔ باعتبار دخول کے پس مراد حضرت ﷺ کی یہ ہے کہ حضرت آدم سے اس دم تک چھ ہزار ہو کر ساتواں ہزار شروع ہے کہ ساتویں ہزار میں ہوں پس موافق استعمال دوم کے دنیا ہفت ہزار سالہ ہے اور ساتویں ہزار کے ختم سے پہلے مہدی کا ظہور لازم ہے۔ جیسا کہ صاحب تاویلات القرآن اور بے شمار اولیاء اللہ نے اپنے اپنے پیشین گوئیوں میں فرمایا جو آنے والے سطور میں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

صاحب غیاث اللغات نے دورِ قمر کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مولف گوید کہ چوں کہ آئین اکبری دریافت می شود کہ تا امسال کہ سنہ یک ہزار و دو صد و چھل و دو ہجریست آدم علیہ السلام را ہفت ہزار و یک صد و ہفتاد سال شمسی گزشتہ فرین معلوم می شود کہ بالفعل دور قمر نیست بلکہ دور زحل باشد و از آن تا حال یک صد و ہفتاد سال شمسی گزشتہ اند

ترجمہ:- مولف کہتا ہے کہ آئین اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال یعنی ۱۲۳۲ء تک آدم علیہ السلام کو ۷۱۷ سال شمسی گزر چکے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب دورِ قمر نہیں ہے بلکہ دورِ زحل ہے اور اس کو شروع ہو کر ۷۱۷ سال شمسی گزر چکے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ دورِ قمر کی ابتداء سے ۱۲۳۲ء تک ۷۱۷ سال شمسی ہوئی اور ان شمسی سالوں کے تقریباً ۳۹۰ قمری سال ہوتے ہیں۔ پس ۱۲۳۲ء سے ۳۹۰ سال پہلے یعنی تقریباً ۸۵۲ھ میں دورِ قمر ختم ہوا اور امام مہدی علیہ السلام کی ولادت ۸۴۷ھ میں ہوئی پس دورِ قمر کے ختم کے قریب حضرت مہدی علیہ السلام کا وجود ثابت ہے۔

تیسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ مہدی اس وقت ہوں گے جب کہ عددِ عربی قریب

ختم ہو عربی زبان میں عدد الف پر ختم ہو جاتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی عدد بیان کرنا ہو تو کوئی خاص لفظ نہیں ہے۔ مایة الف وغیرہ دیگر اعداد کی ترکیب سے یہ مفہوم ادا کیا جاتا ہے لیون کا لفظ جو عربی میں آج کل مستعمل ہے انگریزی زبان سے آیا ہے۔ اور ابن الاحدل کے زمانہ میں مروج نہ تھا۔ امام مہدی علیہ السلام ۹۱۰ھ میں واصل بہ حق ہوئے اور یہ ختم الف (ہزار) کے قریب ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ الکشف میں حدیث ان النبی ﷺ لا یعمکث فی قبرہ الف سنة تحقیق کہ نبی علیہ السلام ایک ہزار برس اپنی قبر میں نہیں ٹھہریں گے۔

اس عبارت کے ساتھ درج کی ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث النبی لا یعمکث الی آخرہ کے باب میں جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کثرت سے پوچھا جا رہا ہے۔ اور میں جواب دیتا ہوں کہ یہ باطل ہے اس میں کوئی اصل نہیں ماہ ربیع ۸۹۸ھ میں ایک شخص میرے ہاں اپنی تحریر لے کر آیا اور بیان کیا کہ یہ ایک عالم کے فتوے کی نقل ہے جو اکابر علماء سے ہے جس نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے سیوطی کہتے ہیں کہ ایسے عالم سے ایسے کلام کا صادر ہونا مستبعد ہے اس کا رد کرنا از روئے ادب مجھے مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ (الکشف فی مجاوزة هذه الامة عن الالف قلمی حدیث عربی ۱۳۲۰ سنٹرل لائبریری)

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

- (۱) یہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار برس سے زیادہ قبر شریف میں نہیں ٹھہریں گے اس زمانے میں یہ حدیث بہت مشہور تھی اور لوگوں کی زبان پر تھی۔
 - (۲) ایک ایسے عالم نے اس حدیث پر اعتماد کیا تھا جس کا رد کرنا سیوطی خلاف ادب سمجھتے تھے۔
 - (۳) فتوے کا زمانہ ۸۹۸ھ ہے
- سیوطی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عالم نے مذکورہ بالا حدیث پر اعتماد کیا ہے۔

ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان سے ظاہر ہے کہ حریم شریفین کے اکثر محدثین نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ نجات الرشید میں مہدوی مذہب کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔
 بعض لوگوں نے حریم شریفین کے علماء سے فتویٰ طلب کیا اس باب میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میں ہزار برس سے زیادہ قبر میں نہیں ٹھہروں گا اور ہزار برس ختم ہونے سے پہلے علامات مہدی جن میں امام مہدی کا خروج بھی شامل ہے ضرور ظاہر ہو جاتا ہے ان اماکن شریفہ کے اکثر محدثین نے مستفتی کے مطابق جواب لکھا اور اس حدیث کی صحت پر دستخط کئے اور جب یہ شیخ جلال الدین سیوطی کے پاس آیا جو خود کو دسویں صدی کا مجدد کہتا تھا تو اس نے پہلے از روئے مروت اس پر دستخط کرنے میں تامل کیا اور جب مبالغہ سے کام لیا گیا تو سیوطی نے اس حدیث کے رد میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے۔

الكشف في مجاوزة هذه الامة عن الالف

مذکورہ بیان سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حریم شریفین کے اکثر محدثین اس حدیث کی صحت کے قائل تھے اور اس حدیث کے مقتضی کے موافق مہدی کے ظہور کو بھی دسویں صدی کے تمام ہونے سے پہلے ضروری سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ ایک جماعت کے فیصلہ کو تنہا سیوطی نے مسترد کر دیا۔

اب رہے حدیث کے معنی تو اس کے حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ ایک ہزار برس ختم ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ قبر سے اٹھیں گے دوسرے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ایک ہزار برس ختم ہونے سے قبل کوئی ایسا شخص مبعوث ہو جس کا آنا خود رسول اللہ ﷺ کے آنے کے جیسا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ حدیث مذکورہ سے صرف مہدی کے ظہور کا زمانہ متعین ہوتا ہے۔ سیوطی کے معاصر علماء نے اپنے عقیدہ کے موافق یہ خیال کہ امام مہدی کے ظہور کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال کا خروج بھی ہونا چاہئے اس لئے انہوں نے یہ امور بھی فتوے میں شامل کر دیئے اور سیوطی حیران تھے کہ ہزار قریب الختم ہے اس قلیل مدت میں یہ سب باتیں کیسے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ غالباً اس وقت سیوطی کے پیش نظر مشکوٰۃ کی رُزُئین سے روایت کی

ہوئی وہ حدیث نہیں تھی جس میں امت رسول کے وسط میں مہدی اور امت کے آخر میں عیسیٰ اور ان کے درمیان غیر مستقیم لوگوں کا ہونا مذکور ہے۔ اسی لئے صاحب مشکوٰۃ نے مہدی کی حدیثیں، علامات بین یلی الساعة و ذکر الدجال (قیامت کے قریب کی علامتیں اور ذکر دجال) کے ذیل میں درج نہیں کی جہاں علامات کبریٰ مثلاً خروج دجال کے ساتھ نزول عیسیٰ کا بھی ذکر ہے بلکہ اشراط الساعة کے ذیل میں درج کی ہیں اور علماء نے توضیح کی ہے کہ اشراط الساعة سے مراد علامات صغریٰ ہیں جو قیامت سے قبل ظاہر ہوں گے مثلاً کثرت جہل و زنا و شرب خمر و قلت رجال و کثرت نساء وغیرہ۔

کتب صحاح میں جس قدر بھی حدیثیں مہدی کے باب میں وارد ہوئی کسی ایک میں بھی اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ امام مہدی کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام بھی ہوں گے یا امام مہدی کے زمانہ میں دجال خروج کرے گا۔ یہ علمائے سوکی من گھڑت کہانیاں ہیں جس کا مغیبات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ حدیث مذکور سے صرف مہدی کا ظہور ثابت ہوتا ہے اور علمائے سوء نے اپنے عقیدہ کے موافق نزول عیسیٰ و خروج دجال کا بھی ذکر کر دیا ہے۔

حضرت سید محمد گیسو دراز نے اپنی تصنیف ”حظار القدس“ میں مہدی علیہ السلام کے بعثت کی بشارت اس طرح دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد دین کی غریب الوطنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہاں قمر محمد مغروب کرد و نور احمدی قرو رقت بر آمدن راجا خاند
شہیدہ بدآ الاسلام غریبا ہاں اکنوں آن مہبرمی آیدتایام دولت لو طلوع شدھر
روز ہر روز روشن تر بر آمدہ (صفحہ ۲۸۲)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ کا قمر مغروب ہوا اور نور احمدی ڈوبا اس کے ظاہر ہونے کی جگہ نہ رہی تو نے سنا ہے کہ جس طرح اسلام ابتداء میں غریب تھا اسی طرح پھر ہو جائے گا ہاں اب وہ چاند نکلتا ہے جب سے اس کی دولت کا زمانہ طلوع ہوا ہے ہر روز روشن تر نظر آتا ہے۔
(یہ کتبائیت سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے تصوف قاری نمبر ۴۰۹ بہ جملہ مقدمہ سراج الابعار)

اب وہ چاند نکلتا ہے مہدی کے ظہور کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ اس عبارت کے بعد حضرت نے عیسیٰ اور نوح صورا کا علیحدہ ذکر کیا ہے۔

مذکورہ عبارت کے بعد کتاب کا سنہ تصنیف بھی درج ہے۔

المشعب ذو شنبہ پلتر دہم جمادی الآخر سنہ ثلاث وثمان مایہ

۸۰۳ھ میں حضرت نے فرمایا کہ اب چاند نکلتا ہے۔ یعنی مہدی کا ظہور قریب ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام کی ولادت ۸۲۷ھ میں ہوئی۔

قرامانی کی روایت کو صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے

قال الشيخ اویس (بن علی) القرماني ان المهدي سيظهر عن قريب او

علی رأس التسع مایة السنة (کشف الظنون طبع یورپ جلد چہارم صفحہ ۱۲۰ ماخوذ از مقدمہ سراج الابرار) ترجمہ:- شیخ اویس بن علی قرامانی نے کہا کہ مہدی نوسو کے قریب یا نوسو کی انتہا پر یقیناً آئیں گے۔

حضرت شاہ راجو قال حسینی جو حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نواز کے والد محترم ہوتے ہیں انہوں نے صاف الفاظ میں اپنی تصنیف تحفۃ الصحاح میں ظاہر کر دیا ہے کہ مہدی نوسو پانچ ہجری میں ظاہر ہوں گے۔ ان کے اشعار یہ ہیں۔

فرزند من مہدی بود گفتمہ پیمبر ہسچینی
پس زمن آید یقین برہصد و پنج دگر
مہدی بیاید برے شک وعدہ چوں دادہ مصطفی
تصدیق و فرض بدل لکل و بلسد کفر

ترجمہ:- میری اولاد سے مہدی ہوگا پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرا ہمسر ہے اور وہ نوسو پانچ ہجری پر یقیناً آئے گا۔ مہدی کا آنا یقینی ہے اس میں شک نہیں کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اے بھائی اس کی تصدیق فرض جان اور انکار ان کا کفر ہوگا۔

دربار اکبری میں لکھا ہے کہ دسویں صدی ہجری میں تمام علمائے ہندوستان ایک

صاحب فرمان کے ظہور کے منتظر تھے اور وہ مہدی کی ذات ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں جو اولیاء اللہ اور صحابہ کرام اور علمائے امت نے دسویں صدی ہجری سے متعلق کیا ہے یہ ان کی ذاتی رائے یا تخمینا نہیں ہے بلکہ اس کا ماخذ حدیثیں ہیں۔

عبدالوہاب شعرانی نے البیوقیت والجبواہر کے بحث شصت و پنجم میں شیخ تقی الدین المتوفی ۷۰۲ھ کے عقیدہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

ان صلحت امتی فلها یوم وان فسدت فلها نصف یوم
یعنی اگر میری امت صلاح پائے تو اس کے لئے ایک یوم ہے اور اگر فساد ہو تو
نصف یوم (البیوقیت والجبواہر طبع مصر ۱۲۷۷ھ)
اسی طرح ابوداؤد نے یہ روایت کی ہے

عن سعد ابی وقاص عن النبی ﷺ قال ایتی لا رجوان لا تُعجز امتی عند
ربها ان یوخر ہم نصف یوم قیل لیسعلو کم نصف یوم قال خمس مایة سنة
ترجمہ: سعد ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحقیق کہ میں
ضرور امید رکھتا ہوں کہ عاجز نہ ہوگی میری امت اپنے پروردگار کے پاس اگر انہیں مہلت دی
جائے نصف یوم کی۔ سعد سے کہا گیا کہ نصف یوم کتنا ہے تو کہا کہ پانچ سو سال۔
صاحب کوکب منیر شرح جامع الصغیر نے مذکورہ حدیث کے ذیل میں سہیلی کے حوالہ
سے یہ روایت درج کی ہے۔

ان احسنت امتی فبقاءها یوم من ایام الآخرة وذلك الف سنة وان اساءت
فنصف یوم (کوکب منیر شرح جامع الصغیر جلد اول صفحہ ۸۸۶ حدیث عربی نمبر ۱۲۱۳ نمبر ۱۲۱۳ منزل لاہوری حیدرآباد)
ترجمہ: اگر میری امت نیکوکار رہی پس اس کی بقاء ایام آخرت کے ایک یوم کے اتنی
ہوگی اور وہ ہزار برس ہے اور اگر بدی کی تو اس کی بقاء نصف یوم ہوگی۔

صاحب امجد اللغات نے حدیث انی لا ارجو یوم الی آخرہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے

معنی حدیث آن است کہ این اُمّت را این مقلد قدرت و مکنّت و قرب
و مکنّت نزد پروردگار تعالی هست کہ پانصد سال ایشان را نگاہ دل در و ہلاک نہ
کند (شعاع المعانی جلد رابع صفحہ ۷۵۴)

ترجمہ:- حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اس امت کو اس قدر قدرت و مکنّت اور قرب
و منزلت خداوند تعالیٰ کے نزدیک حاصل ہے کہ پانچ سو سال تک اس کو محفوظ رکھے گا اور
ہلاک نہیں کرے گا۔

جہاں امت کی بقاء زیادہ سے زیادہ ایک ہزار برس بیان کی گئی ہے اس سے بھی
ہلاکت سے محفوظ رہنا مراد ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

کیف تہلک امتی انا اولہا و المہلی و سطہا و المسیح آخرہا
ترجمہ:- وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں مہدی اس کے وسط میں
اور عیسیٰ اس کے آخر میں۔

ظاہر ہے کہ ایک ہزار برس کے اندر امت کو مہدی کے سوا کون ہلاکت سے بچا سکتا
ہے یہ سردار عرب محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک منفرد انداز میں مہدی کے وقت بخت کو ظاہر
فرمایا ہے۔ اس طرح صاف اور شفاف اور بالکل آئینہ کی طرح آمد مہدی کی خبر دے رہے
ہیں اور یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مہدی کا آنا ایک ہزار سال کے اندر ہی ہے اور یہ شرط مہدیت بھی
ہے اس کے بعد مہدی کا انتظار آیات قرآنیہ اور احادیث کا کھلا انکار کرنا ہے جو شان رسالت
ﷺ میں گستاخی کے مترادف ہے۔

صاحب عقد الدر فی علامات المہدی المنتظر نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے
اخرج نعیم بن حماد عن محمد بن الحنفیة قال کنا عند علیؑ
فسالہ رجل عن المہلی فقال ہیہات ثم عقد بیلہ تسعا فقال ذلک ینخرج
فی آخر الزمان

ترجمہ:- نعیم بن حماد نے محمد بن حنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم

حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے ان سے مہدی کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے کہا ابھی بہت دور کی بات ہے اپنے ہاتھ سے نو کی صورت بنائی اور کہا کہ وہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

واضح ہو کہ حضرت علیؑ کا جواب بیخروج فی آخر الزمان (مہدی آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سائل نے زمان ظہور مہدی کے متعلق سوال کیا تھا حضرت علیؑ نے اپنے ہاتھ سے نو کی صورت بنائی اس طرح نو دوجہ احاد و عشرات میں ہوگا یا معیات (سووں) والوف (ہزاروں) میں ہوگا الف (ہزار) سے بڑھ کر عربی میں عدد کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ لاکھ دو لاکھ کہنا، تو دو عدد ملا کر کہتے ہیں۔ مثلاً مایۃ الف یا مائتا الف۔ ملیون کا لفظ جو آج کل مستعمل ہے اس زمانہ میں مستعمل نہ تھا کیونکہ یہ لفظ انگریزی زبان سے آیا ہے۔ احاد و عشرات تو مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ حضرت علیؑ نے لفظ ہیہات کہہ کر بعد زمان کی طرف اشارہ کیا ہے الوف مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ دین کی بجائے پان سو سال اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سال قرار دی گئی ہے۔ لہذا انو سے نو سو مراد ہوں گے حضرت علیؑ کے چشبین کوئی سے بھی صاف ہو جاتا ہے کہ مہدی کی بعثت ایک ہزار ہجری کے اندر نو سو سال میں ہوگی۔

ناظرین کرام یہاں یہ بات قابل ذکر اور بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ مہدیؑ کی مہدیت کے کچھ علامات معین کئے گئے ہیں جس طرح مہدیؑ کا اولاد قاطعاً سے ہونا شرط مہدیت ہے۔ اس طرح مہدیؑ علیہ السلام کی بعثت دو سو صدی ہجری کے اندر ہونا بھی شرط مہدیت ہے ایک حدیث جس کا ذکر سرسری انداز میں گزر چکا ہے اس کو بھی من و عن یہاں پر لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

عن ابی ہریرۃؓ قال فیما اعلم عن رسول اللہ ﷺ انه قال ان اللہ یبعث فی ہذا الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجد دلہا دینہا وقال ان المجدد فی المائۃ العاشرة هو المہدیؑ

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ کہا رسول اللہ ﷺ سے مجملہ ان باتوں کے جن کو میں جانتا ہوں کہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ مبعوث کرے گا اس امت میں ہر صدی کے راس پر ایک ایسے شخص کو جو اس امت کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا اور فرمایا مجھ دو سوئیں صدی میں وہی مہدی ہے۔

اس حدیث شریف کو حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب سراج الابصار میں تنبیہ تحریر کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔

اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب مرقاۃ السعود میں کتاب الملاحم کے ذیل میں جہاں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اس طرح لکھا ہے کہ یعنی اس حدیث کی شرح میں نے ایک مستقل رسالہ موسوم بہ التنبیہ ممن یبعث اللہ علی راس کل مائتہ تالیف کیا ہے اور اس کے فوائد کی یہاں تلخیص کرتا ہوں

(مرقاۃ السعود کتاب الملاحم فن حدیث نبرا کتب خانہ سعیدہ حیدرآباد محفوظہ از مقدمہ سراج الابصار) اس سے ظاہر ہے کہ سیوطی کے پاس یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس حدیث کے متعلق ایک مستقل رسالہ تک لکھ دیا ہے اسی لئے سیوطی نے بھی مہدی کی بعثت دو سوئیں صدی میں ہونا ظاہر کیا ہے اسی طرح امام نووی نے مہدی کا دو سوئیں صدی ہجری میں ہونا بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ ابوداؤد شریف کی اس حدیث سے بھی ہمارے اس دعویٰ کو تقویت ملتی ہے کہ مہدی کا وجود دو سوئیں صدی کے اندر ہونا ضروری ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ

عن زر بن عبد اللہ عن النبی ﷺ قال لویبق من اللنیاء الی یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث رجلاً من اهل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ایہ اسم ابی

ترجمہ:- زر بن عبد اللہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر دنیا ختم ہونے ایک دن باقی رہ جائے گا تو اللہ اس دن کو اتنا دراز کر دے گا کہ میری اہل بیت سے ایک شخص مبعوث ہو جائے جس کا نام میرا نام اور اسکے باپ کا نام میرے باپ کا نام کے مطابق ہوگا۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی علیہ السلام کی بعثت اسی یوم (دن) ہوگی اس دن میں مہدی کی بعثت اتنی ضروری ہے کہ فرضاً و تقدیراً اگر دیر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس

دن کو اتنا دراز کر دے گا کہ مہدی کی بعثت عمل میں آجائے اس میں اس بات کا صاف اشارہ ملتا ہے کہ کوئی بھی مامور من اللہ ہمارے دنیوی ایام کے لحاظ سے مبعوث ہو کر ایک دن میں جو کام ان کے سپرد کیا جاتا ہے پورا تو نہیں کر سکتا۔ اور اللہ کا فرمان ولن تجد لسنة الله تبليغا اللہ کی جو سنت ہے وہ تبدیل ہونے والی تو نہیں ہے کیونکہ تمام انبیاء جو دنیا میں آئے ہر کسی کو چند سال کی مدت عطا فرمائی گئی ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو تیرہ سال کی حیات عنایت فرمائی اس میں کم و بیش تیس سال آپ تبلیغ فرمائے یہاں مہدی علیہ السلام کی وقت بعثت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو صاف ہے اور جو دلائل مافوق سے بھی اظہر من الشمس کی طرح واضح ہے یوم سے مراد ایک ہزار سال ہے ہمارے اس دعوئے کی تائید قرآن شریف سے بھی مکمل واضح ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً
ترجمہ:- آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کیا ہے۔

دین کامل کی نصرت و تائید کی عدم ضرورت کا ذکر کسی حدیث یا آیت قرآنی سے ثابت نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تفصیلی بشارات سے جو تو اتر کی حد کو پہنچ گئی ہیں مہدی موعود کے جو دو ثابت فرمایا ہے۔

دلائل مافوق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت مذکورہ میں اليوم ایک ہزار سال پر محیط ہے ہماری دلیل آیات قرآنی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
في يوم كان مقداره الف سنة مما تعلقون (سورہ السجدہ آیت نمبر ۵)
ترجمہ:- بے شک آپ کے رب کے پاس کا ایک دن تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار برس کا ہوگا۔

ان يوماً عند ربك كالف سنة مما تعلقون (سورہ الحج آیت نمبر ۴۷)
ترجمہ:- بے شک آپ کے رب کے پاس کا ایک دن تمہاری گنتی کے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔

اس سے صاف آئینہ کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم میں الیوم مہدی علیہ السلام کی بعثت کے بعد ہی مکمل ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے امام مہدی علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ آخر زمانہ میں دین کو قائم کریں گے جیسا کہ میں اول زمانہ میں اس کو قائم کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں یقوم باللین فی آخر الزمان کما قمت بہ فی اول الزمان اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مہدی سے دین کو ختم فرمائے گا۔ قال رسول اللہ ﷺ المہدی منا ینتہم اللہ بہ اللین کما فتح بنا (عقد الدرر باب سابع) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہدی ہمیں میں سے ہے اللہ تعالیٰ اس پر دین ختم کرے گا جس طرح کہ شروع کیا ہے اس کو ہم سے

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا خاتم دین ہونا گویا خود رسول اللہ ﷺ کا خاتم دین ہونا ہے جیسا کہ حدیث مذکور میں ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کی تکمیل باعتبار تنزیل مراد ہے اور دین کی ختمیت باعتبار تبیین (بیان) ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مہدی پر دین ختم فرمادے گا کیونکہ مہدی سے احسان کی تعلیم عام ہونا تھی جیسا کہ حدیث جبرئیل سے ظاہر ہے کہ دین کے تین ارکان ہیں اسلام ایمان احسان۔ اسلام اور ایمان پر زور دیا گیا۔ فرائض و واجبات ایسے روشن کئے گئے کہ من حیث الظاہر شریعت کی تکمیل ہو گئی دور ثالث خاتم الادوار تھا احسان کا ہے احسان کے معنی شارح مشکوٰۃ نے یہ لکھے ہیں۔ اچھی طرح کرنا فعل کا بوجہ تکمیل و تجوید و ایقان اور جیسا کہ چاہئے اس کو بجالانا (اشیخہ الممعات جلد اول صفحہ ۴۱) آج کل معاندین مہدویہ ان صاف و صریح اور واضح اشارات کو نفوذ باللہ مہمل کہنے کی بیجا جرات کر کے تو ہیں قرآن کرنے والوں کی صف میں کھڑے رہنے سے نہیں جھکتے ہیں یہ اشارات ہرگز مخفی و مستور نہیں ہیں بلکہ اظہر من الشمس ہیں اگر کسی کی نظر ان کو دیکھنے سے عاجز و قاصر ہے تو یہ خود اس کا قصور نظر ہے۔

گر نہ بیند بروز شیر چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

ان احکام باطنی کو بھی مجمل نہیں رکھا گیا بلکہ حضرت سرور کائنات ﷺ نے صحابہ میں

سے حسب قابلیت و اہلیت جن کو قابل جانابیان فرمایا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کے باب العلم میں ابو ہریرہؓ سے جو روایت ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو طرف محفوظ رکھے ہیں ان میں سے ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا لیکن دوسرے کو بھی اگر عام طور پر پھیلا دوں تو میرا خلق کاٹ دیا جائے گا۔ ارشاد الساری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اس سے علم اسرار مراد ہے جو غیروں سے محفوظ اور اہل عرفان مشاہدات علماء باللہ سے مخصوص ہے۔

بخاری شریف کی اس حدیث کی تائید تفسیر روح البیان مصنف علامہ شیخ اسماعیل حتی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں درج کی ہے اس سے بالکل واضح اور عیاں ہو جاتا ہے کہ خداوند قدوس نے حضور کو تین قسم کے علوم عطا فرمائے تھے ایک تو وہ علوم تھے کہ جنہیں امت کو بتا دینا آپ پر فرض تھا جیسے تمام احکام اسلام و ایمان دوسرے وہ علوم تھے جن کے بارے میں آپ کو خدائے تعالیٰ نے اختیار دیا تھا جس سے چاہیں بتائیں اور جس سے چاہیں چھپائیں جیسے بہت سے رموز و اسرار اور عام امتیوں سے پوشیدہ رکھا تیسرے وہ علم تھے جن کا تمام امت سے چھپانا آپ پر فرض تھا چنانچہ یہ حدیث تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۸۰ پر درج ہے۔

فاورثنی علوم الاولین والآخرین و علمنی ما شئى فعلم اخذ عہداً
علی کتمہ و هو علم لا یقلرحملہ غیرى و علم خیرنی فیہ و علم امرنی
بتبلیغہ الی الخاص و العام من امة

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اولین و آخرین کے علوم کا وارث بنایا اور مجھے چند قسم کے علوم عطا فرمائے ایک وہ کہ خدائے ان کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا اور یہ وہ علوم تھے کہ جن کے اٹھانے کی طاقت میرے سوا کسی میں نہیں تھی (سوائے مہدیؑ کے جس کو خضرؑ کے ذریعہ بار امانت کے طور پر حضرت کو پہنچائی گئی)

اور ایک وہ علوم جن کے بتانے اور چھپانے کے بارے میں خدائے مجھے اختیار دیا ہے اور ایک وہ علوم جن کے بارے میں خدائے مجھے حکم دیا ہے میں ان علوم کو اپنی امت کے برخلاف و عام تک پہنچا دوں۔

مزید علمائے حقہ میں و مشاہیر اہل سنت جو اس بات کے قائل ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کو معانی و مطالب قرآن کے وہ حقائق منکشف ہوں گے جو ان سے پہلے لوگوں پر منکشف نہ ہوئے تھے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مہدی اور اصحاب مہدی کا مقام و مرتبہ تمام اہل سنت حقہ میں اور اولیاء اللہ میں متفقہ طور پر کیا تھا۔ ہم یہاں پر چند اقوال درج کرتے ہیں تاکہ معاندین مہدویہ پر یہ واضح ہو جائے کہ مہدویت کیا ہے، ہم نے جو کچھ لکھا قرآن اور احادیث علمائے حقہ میں اور اولیاء اللہ کے اقوال کے حوالوں سے لکھا ہے اس کے علاوہ اور سینکڑوں دلائل موجود ہیں جو ضرورتاً مزید لکھے جائیں گے۔ تفسیر تاویلات میں لکھا ہے۔

الم ذلک الکتاب الموعود ای صورة الكل المومی الیہ بکتاب الجفر والجامہ المشتملة علی کل الشئی الموعود بانہ یکون مع المہدی فی آخر الزمان لا یقرہ کما هو بالحقیقة الا هو الخ

الم ذالک الکتاب یعنی وہ کتاب جس کا وعدہ کیا گیا ہے جس کی طرف کتاب جفر و جامعہ کا اشارہ کیا گیا ہے جو ہر موعود شئی پر مشتمل ہے۔ اس طرح کہ آخر زمانہ میں وہ مہدی کے ساتھ ہوگی جس کو ان کے سوا کوئی نہیں پڑھے گا جیسی کہ وہ حقیقت میں ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف العارف میں ابن مسعود کے سلسلہ اسناد سے روایت کیا ہے کہ ”ما من اية الا ولها قوم سیعلمون بها“ ہر آیت کی حقیقی طور پر جاننے والی ایک ایک خاص قوم ہے۔

عوارف کی شرح ”تعارف“ میں اس روایت کی شرح میں لکھا ہے۔

یفہم من ذالک ان بعض المعانی لم یخطر ببال الصحابة وینخطر فی قلوب بعض المشائخ سیما من اصحاب المہدی انتہا۔

اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بعض معانی و مطالب کا صحابہ کے قلوب میں بھی خیال نہیں گزرا تھا۔ اور وہ معانی بعض مشائخین خصوصاً اصحاب مہدی علیہ السلام کے قلوب میں منکشف ہوں گے۔

جبکہ صحابہ مہدی علیہ السلام کی یہ شان ہے تو اسی پر سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ خود خلیفۃ اللہ امام مہدی علیہ السلام کی ذات اقدس کی وسعت معلومات کس قدر ارفع و اعلیٰ ہوگی چونکہ یہ احکام ولایت محمدیہ کے متعلقات سے ہیں ان کا علی وجہ اللعوق بیان کرنا خاتم ولایت خاص محمدیہ کے ظہور پر موقوف ہے۔ اسی لئے حضرت خاتم النبیین ﷺ نے ظہور خاتم الاولیاء و خاتم دین امام مہدی علیہ السلام کے ظہور یا بعثت کو ضروریات دین سے گردانا جیسا کہ ابو داؤد کی حدیث مذکور لطول اللہ ذلک الیوم سے ثابت ہے کہ آیت شریفہ (الیوم اکملت لکم دینکم) میں مہدی کی بعثت تک الیوم کو محیط کر دیا گیا ہے اور فرمایا اگر دنیا ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر دراز کر دے گا کہ میری اہل بیت سے ایک شخص مبعوث ہو جائے گا جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا اور فرمایا مہدی علیہ السلام آخر زمانہ میں دین کو اس طرح قائم کریں گے جس طرح میں نے ابتدائے اسلام میں قائم کیا ہوں۔

اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہم سے دین کی ابتداء کی ہے اسی طرح مہدی سے دین کو ختم کرے گا۔ ان دلائل کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ الیوم ایک ہزار سال پر محیط ہے اور اسی ہزار برس میں مہدی کی بعثت ہوئی ان احکام سے مراد وہ حقائق و معارف اور مسائل باطنی ہیں جو متعلقات ولایت سے ہیں اگر معاندین مہدویہ کا منشاء ان احکام و بیان کو مہمل بتانا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے تو اس میں مہدویہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ آیات قرآنی اور احادیث نبویٰ بلکہ اور علمائے حنفیہ اہل سنت اور علماء طریقت و حقیقت یعنی صوفیائے محققین کو مورد لعن و طعن بنانا پڑے گا۔ جنہوں نے مقام مہدی اور بعثت مہدی از روئے قرآن اور حدیث دسویں صدی میں ہونے کی پیشین گوئی کی ہے اور مشرب صوفیہ رکھنے والے تمام لاکھوں کروڑوں برادران اسلام اس اعتراض کے مخاطب رہیں گے جو کھلی گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرائین حضرت امامنا میراں سید محمد مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

- (۱) بے شک میں اللہ کا بندہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا تابع ہوں۔
- (۲) میرا مذہب اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے۔
- (۳) ہم اللہ کی کتاب (قرآن) کے تابع ہیں۔
- (۴) میں مخلوق کو تو حید اور (اللہ کی) عبادت کی دعوت دیتا ہوں۔
- (۵) اگر کوئی شخص رسم و عادت و بدعت (اختیار) کرے تو اُس کو یہاں کا بہرہ نہیں پہنچے گا۔
- (۶) مہدی کا قبول کرنا عمل ہے ورنہ بے عمل قبولیت مردود ہے۔
- (۷) خدا کی یاد میں لگے رہنا کہ باطن کھل جائے۔
- (۸) خدا کو کہانیوں کے ذریعہ نہ پاسکو گے (بلکہ) صرف ذکر (خدا) سے (پاسکو گے)۔
- (۹) مومن کے لئے کسب کرنا حلال ہے مومن بننا چاہیے۔
- (۱۰) لوگوں سے سوال مت کرو جو کچھ چاہو خدا سے مانگو اور خدا سے سوائے خدا کے دوسری چیز مت مانگو۔
- (۱۱) لوگوں کے پاس اپنی ضرورتیں مت لے جاؤ اور تقدیر کے لکھے پر راضی رہو۔
- (۱۲) اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو۔
- (۱۳) جس کا بھروسہ روٹی پر ہے وہ متوکل نہیں ہے۔
- (۱۴) جس کو حرص زیادہ ہوگی وہ دوزخی ہوگا اور جس کے لئے قناعت ہے وہ بہشتی ہے۔
- (۱۵) قرآن عشق نامہ ہے۔
- (۱۶) جو شخص بے ادب بے دیانت اور بے شرم ہے ہرگز خدا تعالیٰ کو نہ پہنچے گا۔
- (۱۷) اتفاق میں دین کی نصرت ہے اور نفاق میں دین کی ہزیمت ہے۔
- (۱۸) بندہ شریعت محمدی ﷺ بیان کرتا ہے۔
- (۱۹) جہاں بھی رہو خدا کی یاد میں رہو۔
- (۲۰) قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔
- (۲۱) فقر کامل ہوا تو وہ اللہ کا بندہ ہوا۔

ملنے کا پتہ

(۱) برمکان مولف حضرت سید دلاور مخصوص الزمانی
مکان نمبر 441-7-1 زمستان پور ممشیر آباد حیدرآباد
فون نمبر 65523911

(۲) ادارہ اعظم مہدویہ اسلامک لائبریری
انجمن مہدویہ بلڈنگ، چنچل کوڑہ حیدرآباد